Scanned by CamScanner

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خطوط کا جامع مجموعہ

# کلیاتِ مکاتیبِ رضا

## جلد اوّل

مُرتّبہ
ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی (انڈیا)

مکتبہ بحر العلوم ○ مکتبہ نبویہ گنج بخش
روڈ لاہور

| | |
|---|---|
| نام کتاب | کلیاتِ مکاتیب رضا (جلد اول) |
| تالیف | ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی |
| تصحیح | مولانا فخر عالم رضوی، مولانا محبوب عالم رضوی |
| صفحات | تین سو اڑسٹھ ۳۶۸ |
| تعداد | گیارہ سو |
| سن طباعت | بار اول ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵ء |
| زیر اہتمام | ادارہ افکار حق بائسی، پورنیہ، بہار (انڈیا) |
| ناشر | مکتبہ بحر العلوم گنج بخش روڈ لاہور۔ |
| | فون: 0300-4157405، دوکان: 7213560 |
| ہدیہ | 400 روپے |

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ ☆ قادری رضوی کتب خانہ ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت ☆ ضیا القرآن
☆ مکتبہ قادریہ رضویہ ☆ روحانی پبلشرز ☆ نوریہ رضویہ ☆ مسلم کتابوی
علمی پبلشرز گنج بخش روڈ لاہور زاویہ پبلشرز ☆ جمال کرم ☆ القمر بک کارپوریشن
☆ شبیر برادرز ☆ اسلامیہ کتب خانہ ☆ مشتاق بک کارنر (اردو بازار لاہور)

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

# انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو امام احمد رضا کے نسبی و روحانی والدین کریمین کے نام انہیں کے لفظوں کو مستعار لیکر

"اعلی حضرت، عظیم البرکة، اعلم علماء الربانیین، افضل الفضلاء الحقانیین، حامی السنن السنیه، محی الفتن [illegible] بقیة السلف المصلحین، حجة الخلف المفلحین، آیة من آیات رب العالمین، معجزة من معجزات سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه و علیهم اجمعین، ذی التصانیف الرائقة و التحقیقات الفائقة والتدقیقات الشائقة، تاج المحققین، سراج المدققین، اکمل الفقهاء المحدثین، حضرت مولینا مولوی محمد نقی علی خان صاحب محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قدس الله سره و عمم بره و تمم نوره و اعظم اجره و اکرم عنده و انعم منزله ولا حرمنا سعده و لم یفتنا بعده (اور)

حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، اعرف العرفاء الکرام، مجمع الاولیاء العظام، السحاب الباهر بفیض القادر و العباب الزاخر بالفضل الباهر، ذوالقرب الزاهر و النسب الطاهر، ملحق الاصاغر بالجلة الاکابر، معدن البرکات، مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیه و علیهم افضل الصلوٰت، وارث النجدات من حمزة الحمزات، القمر المستین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل و اشرف الکریم اعلی حضرت سیدنا السید الشاہ آلِ رسول الاحمدی فاطمی، حسینی، قادری برکاتی، واسطی. بلجرامی. مارہروی رضی الله عنه و اجزل و اعظم قربه منه و اشرف علینا من نوره التام و افاض علینا من بحره الطام وجعلنا من خدمه فی دارالسلام بفضل رحمته علیه و علی آبائه الکرام"[1] کے نام معنون کرتا ہوں

خاکپائے علماء وعرفاء

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی عین الدین رشیدی عفی عنہما

۲۲/صفر ۱۴۲۴ھ ۲۳/اپریل ۲۰۰۳ء

---

[1] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۴، ۱۶۴، ۱۶۵

# مؤلف ایک نظر میں

نام : غلام جابر

قلمی نام: شمس مصباحی پورنوی

ولدیت : قاضی عین الدین رشیدی

پیدائش : ۱۸/اپریل ۱۹۷۰ء

جائے ولادت: قاضی ٹولہ ہری پور، بائسی، پورنیہ، بہار

تعلیمی لیاقت: فاضل درس نظامی؛

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف، یوپی

عالم، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، الہ آباد، یوپی

منشی کامل، عربی و فارسی بورڈ، الہ آباد، یوپی

ادیب کامل، جامعہ اردو، علیگڑھ، یوپی

ایم، اے، مگدھ یونیورسٹی، بودھ، گیا، بہار

پی ایچ ڈی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

مشغلہ : درس و تدریس، تصنیف و اشاعت، دعوت و تبلیغ

قلمی خدمات:

(۱) مسلک مختار (فکر رضا کے حوالے سے) ادارہ افکار حق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۲) فضائل رمضان و تلاوت (ہندی) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۴ء

(۳) اُجالا (ہندی ترجمہ) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۴ء

(۴) آئینہ امام احمد رضا (ایک دستاویزی تالیف) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۵) امام احمد رضا کی مکتوب نگاری (مقالہ پی، ایچ، ڈی)

(۶) کلیات مکاتیبِ رضا (تین جلدیں)

(۷) خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا (دو جلدیں)

(۸) حیات رضا کی نئی جہتیں

(۹) مسئلہ اذان ثانی ایک تحقیقی مطالعہ

(۱۰) تین تاریخی بحثیں

(۱۱) ندوۃ العلماء ایک تجزیاتی مطالعہ

(۱۲) تقریظات امام احمد رضا

(۱۳) اسفار امام احمد رضا

(۱۴) امام احمد رضا کے چند غیر معروف خلفاء

(۱۵) امام احمد رضا آداب و القاب کے آئینے میں

(۱۶) حکایات امام احمد رضا

(۱۷) مواعظِ امام احمد رضا

(۱۸) چشم و چراغ خاندانِ برکات

(۱۹) سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی، حیات ومکتوبات

(۲۰) مولانا عبدالقادر بدایونی ، حیات ومکتوبات

(۲۱) قاضی عبدالوحید فردوسی ، حیات ومکتوبات

(۲۲) شخصیات ومکتوبات (دو جلدیں)

نوٹ : ۵ نمبر سے ۲۲ نمبر تک کی کتابیں امام احمد رضا کی حیات کے مختلف گوشوں کو سمجھنے کے لئے شاہ کلید کی حیثیت رکھتی ہیں جو ابھی منتظر طباعت ہیں۔

(ت)



(ج)



(ح)



(خ)



(د)



(ر)

## نوٹ

یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔

'الف' سے 'ظ' تک کے خطوط اس جلد میں ہیں۔

'ع' سے 'ی' تک کے خطوط دوسری جلد میں

ملاحظہ فرمائیں۔

# صاحب مکتوبات

از : پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ،مدیر اعلیٰ، ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور

(۱)

صاحبِ مکتوبات امام اہل سنت مجدد دین وملت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قاطع النجدیین قامع المرتدین سموالمکانۃ اعلیحضرت مولانا الحاج قاری الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی اسلامی دنیا میں روشنی کا مینار تھے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۷۲ھ /۱۸۵۶ء اور سال وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء ہے۔ آپ کی یہ پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور اقتدار میں گزری ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایشیا اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک واقوام یورپ کی نوآبادیات کا حصہ بن چکے تھے۔ اس طرح عالم اسلام کا کثیر حصہ غلامی کی سیاہیوں میں گھرا ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجاب سکھوں کے دور استبداد سے گزرا۔ جسے تاریخ کا ایک سیاہ باب مانا جاتا ہے۔ اعلیحضرت کی پیدائش کے ایک سال بعد مسلمانانِ برصغیر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی، مگر ناکام رہے۔ اس ناکامی کے بعد انگریز نے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم توڑے، اس کی مثال قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ بایں ہمہ علماء دین نے اپنے مناصب، اعزازات، جائیداد اور مال و منال سے محرومی کو تو قبول کر لیا۔ مگر اپنے علمی اور اعتقادی رائے کی حفاظت سے دستبردار ہونا قبول نہ کیا۔ چنانچہ حالات کی شدت کے باوجود دین سے وابستگی اور اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے کو زندہ رکھتے گئے۔ وہ دور دراز شہروں، دیہات اور جنگلات میں بھی دینِ مصطفیٰ کی شمع کو روشن رکھے رہے۔ خصوصاً اعلیحضرت کا علمی خانوادہ بریلی جیسے حریت پسند شہر میں قیام پذیر رہا اور علم دین کی ضیاؤں کو پھیلاتا رہا۔

(۲)

امام اہل سنت کی چشم شعور وا ہوئی۔تو بریلی کا مکتبِ علم وفکر برصغیر کے تشنگان علوم اسلامیہ کو چشمہ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان (م۱۲۹۷ھ) تایا حافظ کاظم علی خان اور شاہ رضا علی خان (م ۱۲۸٦ ھ) رحمۃ اللہ علیہم بریلی کی علمی اساس تھے۔حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے مولانا حسن رضا خان (م ۱۳۲٦ ھ) مولانا محمد رضا خان اور ہمارے مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ ھ/ ۱۹۲۱ ء) رحمۃ اللہ علیہ اس خانوادۂ علمیہ کے روشن چراغ تھے۔ اس خاندان نے برصغیر کے اہل علم کو نہ صرف متاثر کیا تھا۔ بلکہ اپنی علمی اور نظریات درخشاں روشنیوں کی مقناطیسی قوت سے جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کی وادی میں قدم رکھا۔تو ہر طرف سے مردم شناس نگاہیں اٹھیں۔ سب سے اول مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا نقی علی خان (والد مکرم) اور مولانا عبد العلی رامپوری (م۱۳۰۳ ھ) نے درسیات میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا۔ حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ [۱] (م ۱۲۹٦ ھ) نے اپنے جن تین خلفاء کو ارشاد و ہدایت کا فریضہ سپرد کرتے ہوئے فخر کیا تھا۔ ان میں حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ ھ) حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ ھ) اور اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہم کے اسماء گرامی خصوصی طور پر ایوان قادریت پر نصب ہیں۔ پاک و ہند سے آگے بڑھ کر حرمین الشریفین (ارضِ حجاز مقدس) میں شیخ الاسلام احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ ء) شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام اور الشیخ عبدالرحمن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ (م ۱۳۰۱ھ) جیسے شہرۂ آفاق مشائخ نے آپ کی روحانی تربیت میں نمایاں حصہ لیا۔

[۱] آپ شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ ھ) کے تلمیذ خاص تھے۔

(۳)

اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے علمی کمالات کی شہرت کے آفتاب کی شعاعیں ابھی عالم اسلام کے افق پر طلوع ہی ہوئی تھیں، کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے سے اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ آپ کی مشہور تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' پر داد تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مدنی (م۱۳۳۳ھ) اور شیخ الائمہ حرم ابوالخیر بن عبد اللہ مرداد (م ۱۳۳۵ھ) قدس سرہم نے تو شاندار تقاریض لکھیں۔ قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کی ذہانت و ذکاوت کے اعتراف کے طور پر شیخ الخطبا عبداللہ بن عباس صدیقی قاضی مکہ (م۱۳۴۳ھ) شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم (م ۱۳۴۸ھ) اور شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ (م۱۳۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہم نے اعلیٰحضرت کے اعزاز میں دی جانے والی ایک دعوت استقبالیہ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے، اہل مکہ کو آپ کے کمالات علمیہ سے آگاہ کیا۔ آپ کی روحانی اور علمی قابلیت کا یہ اثر تھا کہ حرمین الشریفین کے اکثر اہل علم آپ سے بیعت ہوئے اور محدث جلیل سید عبد الحی بن عبدالکبیر الکتانی، شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ اور شیخ محمد مرزوقی امین الفتوی مکہ مکرمہ جیسے اکابر علماء نے تو آپ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور فقہ میں اہم فیصلوں کے پیش نظر سید حسین بن عبد القادر طرابلسی، شیخ موسیٰ علی شامی ازہری اور الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے آپ کو مجدد کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

(۴)

آپ کے وجود مسعود نے بریلی کو اہل علم وفکر کا مرکز بنا دیا تھا۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ سے اہلِ علم آپ کی ملاقات کو آتے۔ خط و کتابت سے استفسارات کرتے۔ دینی معاملات میں راہنمائی حاصل کرتے۔ فقہی مشکلات میں آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے اور مزید وضاحت کے لئے حاضر خدمت ہوتے۔ اعلیحضرت ایسے اہلِ علم کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے۔ علمائے کرام کے لئے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات مہیا کرتے اور اہل علم کی قدر افزائی کرتے۔ آپ کے پسندیدہ اور محبوب علماء اہل سنت میں سے مفتی ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ) مولانا سید محمد عمر حیدر آبادی (م ۱۳۳۰ھ) اور علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات آپ کے ممدوح بھی تھے۔ اور مداح بھی۔

(۵)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے مکتب علمیہ میں بیٹھ کر برصغیر کے ہزاروں علماء کرام کی اعتقادی اور فقہی تربیت کی اور اپنی تحریروں سے ایک جہانِ علم کو متاثر کیا۔ آپ کے معاصرین میں سے سینکڑوں جلیل القدر علماء اہل سنت نے ہمیشہ آپ کو ہی مرجع جانا۔ اگرچہ ایسے علماء کرام کی ایک طویل فہرست ریکارڈ میں موجود ہے۔ جنہوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ مگر ہم چند حضرات کے اسماء گرامی ہدیۂ قارئین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالمقتدر بدایونی، مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا عزیز الحسن کچھوچھوی، مولینا مصباح الحسن کچھوچھوی، مولانا عبدالصمد کچھوچھوی، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سلامت اللہ، مولانا عنایت اللہ رام پوری، مولانا محمد عادل کانپوری، مولانا عبیداللہ کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبدالکافی

الہ آبادی، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ریاست علی شاہ جہاں پوری، مولانا ظہور الحسن رام پوری، مولانا احمد حسن امروہی، مفتی کرامت اللہ دہلوی اور سید شاہ عبدالغنی بہرامی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(۲)

آپ کی شبانہ روز علمی کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر میں آپ کے حلقہ تلامذہ اور حوزۂ تربیت میں ایسے ایسے علماء کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف فنون میں ایک نام پیدا کیا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف ''امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات'' کے دیباچہ میں ایسے حضرات علام کا ایک جائزہ پیش کیا ہے...... جو امام اہل سنت کے دستر خوانِ علم سے مختلف فنون میں بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ علماء متبحرین میں سے مولانا وصی احمد سورتی (م۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولانا حامد رضا بریلوی (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) علامہ شاہ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور (م ۱۴۰۰ھ) مفکرین اور مدبرین میں سے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بھاگلپوری (م۱۳۵۲ھ) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م۱۳۸۳ھ) صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (م۱۳۶۷ھ) فقہا میں سے صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ) مؤلف بہارِ شریعت، فقیہ العصر مولانا سراج احمد کانپوری (م۱۳۴۲ھ) فقیہ اعظم مولانا محمد شریف، حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری (م۱۹۵۴ء) مبلغین میں سے مولانا احمد مختار میرٹھی (م۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م۱۹۵۴ء) مولانا فتح علی قادری (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) مصنفین میں مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری (م۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) مولانا عمرالدین ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء) مولانا محمد شفیع بیسلپوری (م ۱۳۳۸ھ) مدرسین میں سے مولانا رحم الٰہی منگلوری (م۱۳۶۲ھ) مولانا رحیم بخش آروی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا غلام جان ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ) سیاست دانوں میں سے مولانا ابوالحسنات

محمد احمد قادری (م ۱۳۸۰ھ) مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۶۷ھ) مفتی اعجاز ولی خان رضوی (م ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء) خطباء و مناظرین میں سے مولانا سید ہدایت رسول رام پوری (م ۱۹۱۵ء) مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ) مولانا محبوب علی لکھنوی (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) شعراء اُدباء میں سے مولانا حسن رضا خان (م ۱۳۲۶ھ) مولانا سید ایوب علی رضوی (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) مولانا امام الدین قادری (م ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) ارباب طب و حکمت میں سے مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی اور مولانا عزیز غوث بریلوی اصحاب نشر و اشاعت میں سے مولانا محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) مولانا ابراہیم رضا جیلانی (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) مولانا حسنین رضا خان بریلوی (۱۴۰۱ھ) ارباب ثروت میں سے قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (۱۳۲۶ھ) حاجی لعل خان مدراسی (م ۱۹۳۱ء) سید محمد حسین میرٹھی اور ارباب تصوف میں سے مولانا شیخ الاسلام ضیاء الدین قادری مدنی اور شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری (ان دونوں بزرگوں کے ہزارہا مریدین ان کی روحانی تربیت کا زندہ ثبوت ہیں) کے اسماء گرامی گلستان سنیت کی رونق ہیں، نور اللہ مرقدھم و برد اللہ مضجعھم۔

(۷)

جہاں ان معاصر علماء اہل سنت نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ وہاں برصغیر کے لاکھوں پڑھے لکھے مسلمانوں نے خط و کتابت کے ذریعہ استفسارات کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ بایں کثرت کار اور مصروفیت آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی عامی کے سوال کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جواب میں بلا جواز تعویق اختیار کی ہو۔ ہر زبان ہر انداز اور ہر موضوع پر لوگوں نے علمی سوالات کیے اور ان کے وافی اور کافی جوابات پائے۔ علاوہ

ازیں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے ان حضرات کو مخاطب کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو کسی ایک مسئلہ میں بھٹکے ہوں۔ یا اعتقادی ناہمواری کا شکار ہوئے ہوں۔ معاصر شخصیتوں میں سے مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۰۴ ھ) عقائد کی شاہراہ پر جونہی لغزش پا کا شکار ہوئے اعلیٰ حضرت کے قلم انتباہ نے انہیں سہارا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات۔ تحریک خلافت اور ہندو سے مواخات کے چرچے ہوئے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک طوفان اٹھا۔ بڑے بڑے علماء بھی ان طوفانوں کی زد میں آئے۔ آپ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ایسے تمام حضرات کی صحیح سمت راہ نمائی کی۔ خط لکھے، رجسٹریاں کیں، ہدایت نامے جاری کئے، رسالے لکھے، اشتہار بھیجے، خلفاء وتلامذہ کے وفود بھیجے اور کوشش کی کہ اہل علم کے یہ ستون وقت کی دیمک سے بچ جائیں۔

(۸)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالماجد بدایونی (م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء) اس وقت کے سیاسی علماء اہل سنت میں سربرآوردہ مانے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ یہ حضرات سلامتیِ فطرت اور اخلاص قلب کی بناء پر اپنی لغزشوں سے تائب ہوئے اور خطاؤں سے رجوع کر کے توبہ کرتے گئے۔ دوسری طرف ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کے مسموم اثرات نے بعض علمائے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ان میں سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے معتقدین اور متبعین کی ایک خاصی تعداد تھی۔ آپ نے ان کی دینی اور فکری گمراہی پر پہلے تو تنبیہ کی، خسرانِ آخرت سے ڈرایا، افہام وتفہیم کا موقعہ دیا مگر جب ان معاندین نے انکار ہی کر دیا تو آپ نے برملا مقابلہ کیا رد میں کتابیں لکھیں ان کی اعتقادی گمراہیوں کو عریاں کیا تاکہ عام لوگ ان کے مسموم اثرات

سے محفوظ رہ سکیں۔ نجدی نظریات سے متاثر علماء کے علاوہ اکابر دیوبند میں سے بعض حضرات نے بھی عقائد اہلِ سنت سے ہٹ کر ایک محاذ قائم کیا۔ ان میں مولوی محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۶ ھ) مولوی انورشاہ کشمیری (م ۱۳۵۰ھ) مولوی حسین احمد مدنی (م ۱۳۷۷ ھ) مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری اور امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد جیسے ذہین وفطین لوگ سرفہرست تھے۔ ان حضرات کو علیحدہ علیحدہ افہام وتفہیم کا موقع دیا گیا (مولوی اشرف علی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی کے نام خطوط تو زیرنظر مجموعہ میں بھی ہیں ) مگر مذہبی ضد نے ان حضرات کو موقعہ نہ دیا کہ وہ حق کی بات پرغور کرتے اوراسے قبول کرتے۔

(۹)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ضخیم تحریروں کے شناسا اہلِ علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ کے فتاویٰ، رسائل، تالیفات، ملفوظات، اور اکثر دیگر تصانیف کسی نہ کسی استفسار کا جواب ہیں اور انہیں مکتوبات یا خطوط کے ذخیرہ سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ مگر زیرنظر مجموعہ ''کلیات مکاتیب رضا'' میں ہم صرف ان مکتوبات کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ جو آپ نے ذاتی حیثیت سے لکھے۔ بیشتر خطوط (مکتوبات) آپ کے تلامذہ خلفاء اور ہم مسلک علماء کرام کے نام ہیں۔ مگر بعض خطوط ان معاندین کے نام بھی ہیں۔ جنہیں اصلاح احوال کے لئے مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ ان خطوط سے اعلیٰ حضرت کی ذاتی محبت، قلبی ہمدردی، احباب کی خبر گیری، دوستوں کے رنج وغم میں شرکت، اہل محبت کو اعتماد میں لے کر

ع گوش بہ نزدیک دلم آر کہ آوازے ہست

کہنا آپ کی وسیع الظرفی کی عمدہ مثال ہے۔

(۱۰)

سابقہ صفحات کے مطالعہ سے قارئین کے سامنے اس وقت کے دینی، علمی اور نظریاتی ماحول کا ایک نقشہ سامنے آ گیا ہوگا۔ برصغیر کی سیاسی اور سماجی تحریکوں سے ہٹ کر علمی اور نظریاتی معرکہ آرائیوں کا ایک دور تھا۔ جس سے پورا مسلم معاشرہ دوچار تھا۔ فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اس ماحول میں اہل علم وفضل کے دائرہ پرکار کا مرکزی نقطہ تھا۔ جہاں ہزاروں قسم کے استفسارات اور سوالات آتے اور اعلیٰ حضرت ایک ایک کا جواب دیتے۔ سینکڑوں علماء کرام، صوفیاء عظام، اساتذہ، قانون داں اور ذہین تلامذہ کے لئے آپ کی ذات ہی آخری منزل تھی۔ جہاں انہیں علمی شکوک وشبہات کی تسلی ہوتی اور ان کے علم وخرد کو فروغ ملتا۔ ہم نے آپ کے معاصرین، متاثرین، معتقدین اور معاندین کا تذکرہ اسی لیے کیا ہے۔ تاکہ آپ کے حاشیہ خیال میں یہ نکتہ ثبت رہے کہ اس زمانے میں امام اہلِ سنت کی شخصیت ہی مرکزِ علم وکمال تھی۔ معاصرین ہمیشہ آپ کی علمی راہ نمائی سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ اور عرب وعجم کے علماء وفقہا نے آپ کے کمالات کے اعتراف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔

خطوط میں سے اکثر و بیشتر تا ہنوز محنت کش بارِ طباعت نہیں ہوئے تھے اور یوں ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے محبت رکھنے والے اہل نظر کے لیے ہم ایک ''گلدستۂ تازہ'' اور مطالعہ کی نگاہِ گلچین سے ''محفوظ تحفہ'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

لگا رہا ہوں مضامین تازہ کے انبار
خبر کردو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(۱۱)

ان مکتوباتِ شریفہ کی ترتیب و تدوین کا سہرا مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی زیدعلمہ وفضلہ کے سر ہے۔ جنہوں نے کئی سالوں کی محنت شاقہ سے صاحب مکتوبات کے وصال کے کچھ کم سو سال بعد ان علمی وفنی اور ذاتی ''جگر پاروں'' کومختلف مقامات سے جمع کیا ہے۔ وقت کے غبار سے صاف کیا اور روشن کر کے لکھا اور ترتیب وتہذیب کے کٹھن مراحل طے کئے۔ اس علمی خدمت پر جناب شمس مصباحی پورنوی پوری علمی برادری کی طرف سے دعاء اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حال ہی میں جناب شمس مصباحی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مکاتیب پر مقالۂ ڈاکٹریٹ لکھا ہے۔ ان کا عنوان ہے'' امام احمد رضا کی مکتوب نگاری''۔ اس کے علاوہ جناب موصوف کی نادر تحقیقات پر مشتمل ایک درجن سے زیادہ کتابیں تیار ہیں۔ جو منتظر طباعت ہیں۔ خدا کرے کہ جلد ان کتابوں کی طباعت کا انتظام پردۂ غیب سے ہوجائے۔ تو حیاتِ رضا اور علوم رضا کی نئی نئی جہتیں اور بہت سے نامعلوم گوشے منظر عام پر آ جائیں۔ جس سے علم و ادب کے خزانے میں ایک بھاری اضافہ ہو۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب شمس مصباحی کے علم و عمل و عمر میں برکتیں اتارے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
منتظم ونگراں ''مرکزی مجلس رضا'' و مدیر''جہان رضا''
و مالک''مکتبہ نبویہ''لاہور

# مقدمہ

از: مؤلف کتاب ھٰذا

میری تعلیم کی ابتدا ایک دینی مکتب سے ہوئی۔ یہ دینی مکتب میری مقدس ماں کی مبارک گود تھا۔ جہاں میں نے قرآن اور اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر گاؤں کے مدرسہ میں کچھ اردو، کچھ فارسی کا سلسلہ چلا۔ بعد میں یہ سلسلہ تعلیم اسکولی کیمپس میں جاری ہوا۔ پھر میری مقدس ماں کے پاکیزہ ذوق نے مجھے وہاں سے اٹھا کر بانسی کی ایک عربی درسگاہ میں پہنچا دیا۔ میری مقدس ماں فضلِ الٰہی سے دھنی وغنی خاتون ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کی سخت پابند، تسبیح وتہلیل، اوراد و وظائف، تلاوتِ قرآن اور بڑی راتوں میں انہماک سے عبادت کرنے والی، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح پڑھنے والی، تہجد گذار، حلال وحرام اور جواز و عدم جواز میں بھرپور تمیز بھی رکھتی ہیں۔ جنہیں میں خدیجہ و رابعۂ عصر تصور کرتا ہوں۔ ان کی خواہش تھی کہ میں عالم دین بنوں۔ دین کی خدمت کرکے ان کے لئے ولدِ صالح و نافع ہوں، صدقۂ جاریہ اور توشۂ آخرت کا سامان بنوں۔ ان کی اس خواہش کی دہلیز پر میں نے اپنے آپ کو قربان کردیا اور میں نے عزمِ محکم کرلیا کہ میں ویسا ہی بنوں جیسا کہ وہ چاہتی ہیں۔ الحمد للہ! آج ان کی یہ خواہش میری تدریسی، تحریری، اشاعتی اور دعوتی خدمتوں کے ذریعہ پوری بھی ہورہی ہے۔

چنانچہ بانسی میں میں نے عربی کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔ وہ بھی تین چار ماہ کی مختصر سی مدت میں۔ پھر میرے ذوق نے مجھے ابھارا کہ کسی ایسی تعلیم گاہ کا انتخاب کروں، جہاں کی نوربار فضا مجھے مستحکم تعلیم وتربیت سے آراستہ کردے۔ اس کے لیے میں نے شمال مشرقی یوپی کے ضلع

اعظم گڈھ، قصبہ مبارکپور میں قائم عالمی شہرت یافتہ درسگاہ جامعہ اشرفیہ کو منتخب کیا۔ اس جامعہ نے میری کھردری شخصیت کو تراش کر اس قابل بنادیا کہ میں کچھ کرسکوں، رحمت ربِّ قدیر نے یاوری فرمائی، مقدس ماں کی نالۂ نیم شبی و دعاء سحرگاہی رنگ لائی اور اس فیض بخش درسگاہ نے مجھے اسلامیات و ادبیات میں بہت کچھ شعور بخشا اور اسی بیچ میری عصری پڑھائی بھی جاری رہی۔ تا آنکہ فاتحۂ فراغ کے بعد میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا۔ اور مسلسل دو سال کی تعلیم کے بعد ایم، اے میں پہلی پوزیشن حاصل ہوگئی۔

عربی وعصری تعلیم کے بعد میری تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ مگر میری ایک انوکھی تمنا تھی جو برسوں سے پہلوئے دل میں پل رہی تھی۔ وہ نرالی تمنا تھی پی ایچ ڈی کے مقالہ کی ترتیب و تکمیل۔ اس مقصد کے لیے میں نے مخلص محققین اور حق پسند اہلِ قلم سے رابطہ کیا۔ اس راہ میں مجھے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی شخصیت وفکر سب سے بھلی لگی کہ وہ حقائق کو بڑے سلیقے سے سامنے رکھتے ہیں۔ ان کا اسلوب جاندار و غیر جانب دار ہے۔ ان کی تحریروں میں حقیقیت پسندی اور دعوت و دردمندی کا عنصر غالب ہوا کرتا ہے۔ جب کہ میرا پسندیدہ موضوع امام احمد رضا کی ذات و افکار تھا۔ میری خاندانی وموروثی جوریت، روایت، روش تھی، اس کے پس منظر میں امام احمد رضا کی محبت میری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ پروفیسر موصوف سے رابطہ، خط کتابت اور معمولی گفت وشنید کے بعد میں نے مکاتیب امام احمد رضا کو اپنی ڈاکٹریٹ کے لئے عنوان تحقیق بنالیا۔

مگر ہاں! میں عجب قماش کا انسان ہوں۔ نہ میں اندھی محبت کا قائل، نہ پھیکی عقیدت کی طرف مائل، میری فطرت ہے کہ ہر اس شخص کی فکر ونظریہ کو پڑھتا اور پرکھتا ہوں، کھرے کھوٹے کی کسوٹی پر تولتا ہوں، جس نے بھی ملک وملت پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہو۔ کھری اور خالص چیزوں کو بطیب خاطر قبول کرتا ہوں اور کھوٹی وجھوٹی باتوں کو مسترد کردینے میں ذرہ بھر باک محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ جب سے میں نے شعور سنبھالا امام احمد رضا اور ان کے ہمعصروں کی سیرت وعلوم، حیات وتصانیف کا مطالعہ کرتا چلا آرہا ہوں۔ نتیجتاً یہ کہنے میں میں حق بجانب

ہوں کہ امام احمد رضا کھری، خالص، مخلص، درد مند، اصلاح پسند، حق پرست، اور اپنے معاصرین میں بلحاظ علم وفضل اور دین و وطن کی خدمات کے سب سے برترین شخصیت کے مالک تھے۔

بہر کیف عنوان متعین ہوا اور رجسٹریشن بھی ہوگیا۔ پھر میں کچھ کم دو سالوں تک مواد و کتب تلاش، جمع اور مطالعہ کرتا رہا۔ جب لکھنے بیٹھا تو کم وقت میں مقالہ ترتیب پاگیا۔ خطوطِ رضا کے دو ایک مجموعے جو شائع شدہ ہیں۔ وہ عام طور پر اہلِ علم کی نگاہ میں آتے رہتے ہیں۔ ان مجموعوں میں شامل خطوط کی کل تعداد سو ۱۰۰ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی یہی تعداد میرے کام کے لیے کافی سے زائد تھی۔ مگر مقالہ نگار کی خواہش وکوشش یہ تھی کہ ان کی وہ ساری تحریریں جو اس قبیل کی ہیں، اسی بہانہ یکجا و مرتب ہوجائیں، جو مکتوبی جہت کی ہیں۔ اس کی تحریک مجھے علماء و صوفیاء واد باء کے ان مجموعہائے خطوط سے ملی جو دوران مطالعہ میری نظر سے گذرے اور ایک ایک عالم و ادیب کے خطوط کی کئی کئی جلدیں دیکھنے کو ملیں۔

اور پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی کی تحریر سے بھی اس تحریک نے زور پکڑا انہوں نے لکھا ہے:

> ''مولٰینا احمد رضا خان بریلوی کا حلقۂ عقیدت و ارادت بہت وسیع تھا۔ اس اعتبار سے ان کی خط و کتابت کا سلسلہ بھی دراز ہوگا۔ افسوس کہ فاضل بریلوی کے خطوط اور مکاتیب کی جمع و ترتیب کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ ورنہ مذہبی، علمی اور سوانحی اعتبار سے یہ ایک اہم ذخیرہ ہوتا۔ مولینا کے کچھ خطوط ان کی سوانح عمری ''حیات اعلیحضرت'' مرتبہ مولینا ملک العلماء ظفر الدین بہاری اور دوسرے رسائل میں بھی شامل ہیں۔ لیکن ان میں زیادہ تر اوراد و وظائف اور نسخہ جات ہیں۔'' [۱]

امام احمد رضا کی علمی و ادبی زندگی اور خدمات پچاس پچپن سالوں کو محیط ہے۔ اس طویل

---

[۱] انوار رضا — شرکت حنفیہ نمبر ا ا ہور ۱۹۷۶ء، ص ۶۸۳ — مضمون، فاضل بریلوی کے تین غیر مطبوعہ خطوط

عرصۂ حیات میں انہوں نے ہزاروں ہزار خطوط لکھے ہونگے۔ کیونکہ ان کا حلقۂ تعارف بہت وسیع تھا۔ ان کے احباب و معتقدین کا دائرہ شرق تا غرب پھیلا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ ان کے پاس آئے ہوئے ان خطوط ومراسلات سے ہوتا ہے۔ جن کو میں نے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ان کے مخاطبین ومکتوب الیہم میں نوکر مزدور بھی دکھائی دیتے ہیں اور کسان و کوچوان بھی، مکاتب و مدارس کے طلباء و اساتذہ بھی ملتے ہیں اور کلیات و جامعات کے فضلا و فلاسفر بھی، جہاں ریاستوں کے والیان ونوابان سائلوں کی صف میں کھڑے ہیں، وہیں عدالتوں کے وکلا و جج صاحبان بھی ، اس قطار میں ماہرانِ تعلیم بھی ہیں تو سیاست ومعیشت کے واقف کاران بھی، خانقاہوں کے گوشہ نشین اربابانِ جبہ و دستار بھی ہیں۔ تو اس دور کے بڑے بڑے کجکلاہانِ علم وفن بھی۔ غرض ان کے حلقۂ تعارف و احباب میں تمام شعبہائے زندگی کے لوگ نظر آتے ہیں جن کا وطنی تعلق دنیا کے بیشتر خطوں اور ملکوں سے تھا۔

ربط وتعلق کی اس بے پناہ وسعت کے پیش نظر بدیہی طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کے مکاتیب ومراسلات کی کئی ضخیم مجلدات ہونی چاہئیں۔ مگر مافی الید سو ۱۰۰ بھی نہیں۔ لہٰذا مقالہ نگار اپنے فرائضِ حیات بھلا کر، اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اس مہم پر نکل کھڑا ہوا اور رابطے و سفر ایک ساتھ شروع کردیا۔ متواتر فون، خط کتابت اور رابطوں کا کچھ خاطر خواہ فائدہ تو نہیں ہوا نہ کہیں سے کوئی جنبش وحرکت ہوئی نہ ہی کوئی اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہوا البتہ میرے جانِ گداز اسفار کو کامیابی ضرور ملی۔ سیاحت وسفر میں مجھے پیار بھی ملا اور نفرتیں بھی، دھوپ ملی اور چھاؤں بھی، پھول بھی ملے اور کانٹے بھی، شفقت و دعاء بھی ملی اور للکار و پھٹکار بھی، بریلی، مارہرہ، جبل پور، خدا بخش لائبریری پٹنہ، رضا لائبریری رامپور، آزاد لائبریری علی گڑھ اور ہمدرد و پبلک لائبریری، دہلی کا دو دو بار سفر کیا، ہفتوں ہفتہ قیام کیا، ذاتی وقومی کتب خانوں میں وہ موجود علمی ذخائر، جن میں مقالہ نگار کو متوقع مواد مل سکتا تھا چھان پھٹک کر دیکھا۔ اور کام کی چیزیں برآمد کیا۔ ایک بار پاکستان میں کراچی، لاہور اور فیصل آباد کا دورہ بھی

ہوا۔ یہاں کے بجائے وہاں مجھے علوم و معارف کی قدر دانی زیادہ نظر آئی۔

سر میں مجنوں کا جنوں تھا اور ہاتھ میں تیشۂ فرہاد، فصیلیں توڑیں، کھنڈرات کھودے، جہاں کا بھی سراغ ملا، وہاں کے خزانے کھنگال ڈالے، دفینے الٹ پلٹ کر دیکھا، اخبارات و جرائد کی قدیم و بوسیدہ فائلوں کی گرد جھاڑی۔ اس جنوں خیزی اور صحرا پیمائی سے حاصل یہ ہوا کہ امام احمد رضا کے کئی درجن قلمی خطوط و مفوّضات تحویل میں آ گئے۔ قریب ایک درجن مجموعہائے مکاتیب بہم دست ہو گئے۔ ماسوا ان کے وہ خطوط جو قدیم کتب و رسائل اور جرائد کے صفحوں کی زینت تھے اور اہل علم و ادب کی نگاہوں سے اوجھل، وہ بھی میرے دستِ گرفت میں آ گئے۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہوؤں مجلدات سے خطوط کی ایک خاصی تعداد ماخوذ ہے۔ یہ اس لیے کہ وہاں ان خطوں کی حیثیت بظاہر فتاویٰ کی ہے، نہ کہ خط کی۔ جب کہ وہ دراصل خط ہی ہیں۔ علمی و فقہی مسائل پر مشتمل ہونے کی بناء پر وہ وہاں شامل کر دیئے گئے۔ نیز یہ اس لیے بھی کہ ان تحریروں میں مخاطب و مکتوب الیہ ہر جگہ موجود ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو وہ فتاوے علمی مقالات ہوتے۔ ان میں تو کچھ وہ ہیں جو خط کی ظاہری شکل یعنی آداب و القاب اور سلام و پیام کے ساتھ من وعن موجود ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے ابتدائیے و اختتامئے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ طبع ممبئی کے ص ۱۴۸ پر مولینا عبدالاحد پیلی بھیتی کے نام مکتوب، یہ مکتوب ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی شمارہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کے ص ۱۹۔ ۱۸ پر مکمل مکتوبی شکل میں مطبوع ہے۔ یہ ایک مثال بس ہے۔ ورنہ اس قسم کی نظیریں اور بھی ہیں۔

بقول پروفیسر محمد مسعود احمد خط اور فتوے میں حسب ذیل فرق پایا جاتا ہے:

(۱) خط کا مخاطب بالعموم ایک شخص معین ہوتا ہے۔ فتوے کا مخاطب کوئی بھی ہوسکتا ہے، کئی بھی ہوسکتے ہیں اور کوئی بھی نہیں۔

(۲) خط میں مختلف موضوعات ہوتے ہیں۔ فتوے میں صرف دینی اور فقہی موضوعات ہوتے ہیں۔

(۳) خط کی زبان اور اسلوب مخاطب کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ فتوے کا اسلوب اور زبان ایک ہی ہوتی ہے۔

(۴) خط میں القاب و آداب اور سلام وغیرہ ہوتے ہیں۔ فتوے میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔

(۵) خط میں راز دارانہ باتیں ہوتی ہیں۔ فتوے میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔

(۶) خط میں مکتوب منہ کے اپنے خیالات ہوتے ہیں ۔ فتوے میں دوسروں کے خیالات ہوتے ہیں یا دوسروں کے خیالات پر اپنی رائے ہوتی ہے۔

(۷) خط کی طوالت متوسط ہوتی ہے۔ فتوے کی طوالت کی کوئی قید نہیں۔

(۸) خط خود بھی لکھا جاتا ہے اور کسی خط کے جواب میں بھی لکھا جاتا ہے۔ فتوی صرف سوال کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔

(۹) خط کے لیے ضروری نہیں کہ حوالوں سے مزین ہو۔ فتوے کے لیے ضروری ہے کہ حوالوں سے مزین ہو۔

(۱۰) خط میں بالعموم کسی بات کے جواز و عدم جواز کی بحث نہیں ہوتی۔ فتوے میں اسی قسم کے مباحث ہوتے ہیں۔

(۱۱) خط نجی ہوتے ہیں۔ فتوے عوامی ہوتے ہیں۔

(۱۲) خط میں مخاطب معین ہوتا ہے۔ فتوے میں معین نہیں ہوتا، البتہ کبھی سائل معین ہوتا ہے۔

(۱۳) خط خلوت سے خلوت کی طرف سفر کرتے ہیں۔ فتوے خلوت سے جلوت میں آتے ہیں۔

(۱۴) خط بالعموم بے تکلف ہوتے ہیں، فتوے بالعموم پر تکلف ہوتے ہیں، روزمرہ اور محاوروں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

(۱۵) خط کوئی بھی لکھ سکتا ہے، فتوے مفتی ہی لکھ سکتا ہے۔ جس کو مسائل پر بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) خطوط کا دائرہ محدود نہیں، فتوؤں کا دائرہ محدود ہے۔

(۱۷) خط کا جواب دوسرے ذرائع ابلاغ سے بھی دیا جا سکتا ہے، فتوے کا جواب تحریر ہی سے دیا جاتا ہے۔'' [1]

ترتیب مقالہ کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جو بات بھی کہی جائے، مکتوب یا مکتوب کا اقتباس نقل کیا جائے یا مکتوب میں زیر بحث مسائل و معاملات یا پھر مکاتیب و مسائل کا پس منظر بیان کیا جائے، تو براہ راست مستند ماخذ سے رجوع کیا جائے۔ اس کے لئے مقالہ نگار نے مخطوطات اور قلمی نسخوں کو ترجیح دی ہے یا مکتوب نگار کی حیات میں چھپی کتابوں اور تحریروں سے استناد کیا ہے۔ ''حیات اعلیحضرت'' جلد اول میں مندرجہ خطوط جو ملک العلماء سید شاہ محمد ظفر الدین رضوی کے نام ہیں، اور ''اکرام امام احمد رضا'' میں جو خطوط درج ہیں۔ ان کا تقابل قلمی کاپیوں سے کیا گیا ہے۔ یہ دونوں ذخیرے مجھے پروفیسر محمد مسعود احمد کے توسط سے ملے۔ ''مکتوبات امام احمد رضا'' مرتبہ مفتی محمود احمد قادری میں شامل خطوں میں سے بعض کا تقابل خطی نسخوں سے اور بعض کا تقابل ان مجموعوں سے کیا گیا ہے۔ جن کو مرتب مذکور نے جہاں سے نقل کیے ہیں اور جو مکتوب نگار امام احمد رضا کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے۔

قلمی خطوط، قدیم کتب و رسائل میں چھپے خطوط کا حوالہ، جو جہاں سے لیا، دے دیا گیا ہے اور جن اخبارات و جرائد سے میں نے خطوط نقل کئے یا اخذ و استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے کچھ نام یہ ہیں: ماہنامہ ''الرضا'' بریلی، ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی، ماہنامہ ''اعلیحضرت'' بریلی، ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ، ماہنامہ ''تصوف'' لاہور، سال نامہ ''اہلِ سنت کی آواز'' مارہرہ، سالنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی، ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رامپور، ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر، روزنامہ ''زمیندار'' لاہور، روزنامہ ''مشرق'' گورکھپور، وغیرہ وغیرہ۔

بظاہر عام اہلِ علم کی نگاہوں میں خطوطِ رضا کے دو تین ہی مجموعے ہیں۔ جب کہ یہ

[1] مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد، بنام راقم شمس مصباحی محررہ ۱۶/ اگست ۲۰۰۱

مجموعے ایک درجن سے بھی زائد ہیں۔ مجموعوں کے مرتبین میں مکتوب نگار سمیت کئی حضرات نظر آتے ہیں۔ مثلاً ان کے دونوں صاحبزادے حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا و مولینا مصطفیٰ رضا، ان کے تلامذہ و خلفاء اور ان کے احباب و متعلقین بھی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مجموعہ کا تعارف مختصراً کر دیا جائے۔ تعارف و تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱ مراسلت سنت و ندوہ، مرتبہ حجۃ الاسلام مولیناحامد رضا خان، موضوع اصلاحِ ندوہ صفحات ۲۴ مطبع نظامی، بریلی، تعداد مکتوب ۵۔ ۱۸۹۵ء

یہ ان کا اولین مجموعہ مکاتیب ہے، جو مکتوب نگار کی حیات میں ہی ۱۳۱۳ھ میں مطبع نظامی بریلی سے چھپا تھا۔ اس میں کل پانچ خطوط ہیں۔ ۳/ امام احمد رضا کے قلم سے نکلے ہیں، جو مولینا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام مرسل ہوئے ہیں اور ۲/ خط ناظم ندوہ کے امام احمد رضا کے نام ہیں یعنی اس میں مکتوب اور جواب مکتوب دونوں موجود ہیں۔ بلحاظ تاریخ دونوں میں ہوئی مراسلت کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۲۹/ شعبان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

(۲) مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا محررہ ۳۰/ شعبان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۵/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

(۴) مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا محررہ ۱۱/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۱۵/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

۲۹/ شعبان، ۵/ اور ۱۵/ رمضان کو لکھے گئے۔ یہی وہ تین خط ہیں جنہیں مفتی محمود احمد قادری نے اپنی تالیف ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں جمع کئے ہیں۔ جو ص ۸۸ تا ۱۲۰ پر موجود ہیں۔

۲ اطائب الصیب علی ارض الطیب، مرتبہ، مولینا سید عبدالکریم قادری بریلوی، موضوع فقہ، مسئلہ تقلید صفحہ ۴۸، مطبع اہلِ سنت و جماعت، بریلی ۱۳۱۹ھ

پیش نظر مجموعہ خطوط ، امام احمد رضا اور مولینا طیب عرب مکی جو مدرسئہ عالیہ رام پور کے پرنسپل تھے، کے درمیان ہوئی خط کتابت کا مجموعہ ہے۔ زیرِ بحث موضوع مسئلہ تقلید ہے۔ اس میں خطوط کی تعداد نو ۹ ہے۔ ۵ ر امام احمد رضا کے ہیں اور ۱ ر مولینا واعظ الدین اسلام آبادی کے، یہ چھ خط مولینا مکی کے نام بھیجے گئے تھے اور ۳ ر خط مولینا طیب عرب مکی کے ہیں، جو امام احمد رضا کے نام آئے تھے۔

یہ جملہ خط کتابت عربی زبان میں ہوئی تھی۔ افادۂ عام کی غرض سے حضرت مولینا سید عبدالکریم قادری نے اردو میں ترجمہ کیا تھا اور اسی زمانے میں شائع اس لئے کردیا گیا کہ مولینا مکی امام احمد رضا کے رد میں ''ملافظۃ الاحباب'' نامی کتاب چھپوار ہے تھے۔ مجموعہ مذکورہ بعد میں فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ر میں ضم کردیا گیا ہے۔ جو ص ۳۱۱ تا ۳۴۳ پر موجود ہے۔ پھر مفتی محمود احمد قادری نے امام احمد رضا کے پانچوں عربی خطوط مع اردو ترجمہ ''مکتوبات امام احمد رضا'' ص ۱۳۱ تا ۱۵۶ شامل کردئے ہیں۔ خاکسار کے سامنے قدیم و جدید سبھی نسخے ہیں۔ خطوں کی تاریخی ترتیب یہ ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| (۱) مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا | محررہ | ۱۴ر جمادی الاخری ۱۳۱۹ھ |
| (۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۲۰ر جمادی الاخری ۱۳۱۹ھ |
| (۳) مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا | محررہ | (تاریخ درج نہیں ہے) |
| (۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۲ رشعبان المعظم ۱۳۱۹ھ |
| (۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۵ رشعبان المعظم ۱۳۱۹ھ |
| (۶) مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا | محررہ | (تاریخ درج نہیں ہے) |
| (۷) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۹ر ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ |
| (۸) مکتوب مولینا واعظ الدین بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۹ر ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ |
| (۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی | محررہ | ۱۱ر ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ |

۳ دفع زیغ و زاغ، مرتبہ، حضرت مولینا سلطان احمد سلہٹی ، موضوع فقہ صفحات ۲۰ مطبع اہل سنت و جماعت ، بریلی ۱۳۲۰ھ تعداد مکتوب ۳۔

گنگوہ کے مولینا رشید احمد حلّت غراب کے قائل تھے۔ جواز غراب پر ان کا ایک فتویٰ ''خیر المطابع'' میرٹھ میں ۲ ر اکتوبر ۱۹۰۲ھ کو شائع ہوا۔ مسلمانوں نے ''خیر المطابع'' کا تراشہ بھیج کر امام احمد رضا سے حکم شرعی معلوم کیا، تو انہوں نے عدم جواز کا فتوی دیا۔ پھر دونوں میں مراسلت شروع ہوئی، چنانچہ ۷ ر شعبان ۱۳۲۰ھ کو امام احمد رضا نے ایک طویل رجسٹری خط مولینا گنگوہی کو ارسال کیا۔ مولینا گنگوہی نے رجسٹری لینے اور جواب دینے سے انکار کر دیا، البتہ اطلاع کے لئے ایک کارڈ بھیج دیا، جس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ کارڈ موصول ہوا، تو امام احمد رضا نے پھر ایک طویل مکتوب ۱۱ ر شعبان کو روانہ کیا۔ جس کا جواب شاید ادھر سے کچھ نہیں ملا۔

حضرت مولینا سلطان احمد سلہٹی نے ان خطوں کو مرتب کیا اور یہ مجموعہ ''دفع زیغ و زاغ'' اور ''رامیان زاغیان'' کے تاریخی نام سے مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی کے اہتمام سے چھپ کر عام ہوا۔ ۱۳۲۷ھ کو اس کا دوسرا ایڈیشن حضرت مولینا حکیم حسنین رضا خان کے خاص اہتمام سے نکلا۔ یہ رسالہ ''رسائل رضویہ'' حصہ اول مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۸۸ء اور مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ راقم کے مطالعہ میں اس کا دوسرا ایڈیشن اور لاہور و بریلی کا نسخہ بھی ہے۔ ان نسخوں کی عبارتوں میں قدرے تکرار نظر آتی ہے۔ مذکورہ نسخوں کی روشنی میں خاکسار نے تینوں خطوں کو مرتب کر دیا ہے۔ ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا رشید احمد گنگوہی محررہ ۷ ر شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ
(۲) مکتوب مولینا رشید احمد گنگوہی بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا رشید احمد گنگوہی محررہ ۱۱ ر شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

۴ ابانة المتواری فی مصالحة عبدالباری، محررہ امام احمد رضا موضوع فقہ، سیاست، مسئلہ مسجد شہید کانپور، صفحات ۴۰ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۳۱ھ، تعداد مکتوب ۲

۳۰ ر ذی القعدہ کو امام احمد رضا سے ایک سوال ہوا۔ سائل مولینا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم ''مجلس مؤید الاسلام'' لکھنؤ تھے۔ مسئلہ مسجد شہید کانپور سے متعلق تھا۔ امام احمد رضا نے جواب لکھا اور ساتھ ہی چند امور کی وضاحت بھی چاہی۔ سائل موصوف نے ۳ ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو وضاحت طلب امور کی تشریح لکھ بھیجی اور اپنے خط میں لکھا:

''استفتاء موصول ہوا، مشکور فرمایا۔ ہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگہی ہوگئی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے ان کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں......'' [۱]

اس کا جو جواب امام موصوف نے دیا وہ کتاب کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۴۰ تک مرقوم ہے۔ اس میں پچاس دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ صفحہ ۴۰ کے بعد صدر الشریعہ مولینا امجد علی اعظمی کی ''قامع الواہیات من جامع الجزئیات'' مع تذئیل ......'' کے عنوان سے ہے۔ یہ رسالہ اسی زمانہ میں مبطع مذکور سے طبع ہوا۔ ایک عرصہ کے بعد اسے ''فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ'' جلد ۱۶، ص ۳۶۵ تا ۴۰۰ طبع لاہور میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا کی فقہی و سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں صرف دو خط ہیں۔ ایک مستفتی کا اور دوسرا مفتی علام کا۔

۵ اجلی انوار الرضا، مرتبہ حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خان، موضوع فقہ، مسئلہ اذان ثانی جمعہ، صفحہ ۲۴، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی، ۱۳۳۴ھ تعداد مکتوب ۴۔

اس مجموعۂ خطوط کی اشاعت کی تقریب یوں ہوئی۔ حضرت مولینا معین الدین اجمیری اہل سنت کے مشہور عالم دین تھے۔ اور امام احمد رضا کے سیاسی حریف، ۳۵ ر صفحات پر

---

[۱] ابانۃ المتواری، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۳۱ھ ص ۴

مشتمل ان کی ایک کتاب ہے۔ ''القول الاظهر فيما يتعلق بالاذان عندالمنبر'' [۱]
جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی اندرونِ مسجد ہو۔ میرے خیال میں
کتاب کا اسلوب غیر علمی اور غیر متمدن ہے۔ ان کا یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔
رسالہ کی لوح پر یہ عبارت درج تھی:

''حسب الحکم فضیلت مآب خان بہادر مولینا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ فاروقی معین المہام امور مذہبی، بصدر الصدور صوبہ جات دکن دامت برکاتہم بانی جامعہ نظامیہ''

امام احمد رضا اذان ثانی بیرونِ مسجد کے قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ الاسلام مولینا فاروقی کو کئی خطوط اس لیے ارسال کیے کہ ''حسب الحکم ......'' کا انتساب کہاں تک صحیح ہے۔ انہوں نے پہلا خط ۱۲ ررمضان ۱۳۳۳ھ کو روانہ کیا۔ جس کا جواب حضرت شیخ نے ۳۵ ردن کے بعد دیا۔ جو غیر مؤرخ ہے۔ دوسرا خط ۱۸ رشوال کو بھیجا گیا۔ کامل ۱۰۰ دن انتظارِ جواب کے بعد ۲۹ محرم ۱۳۳۴ھ کو امام احمد رضا نے پھر تیسرا خط ارسال کیا۔ مؤخر الذکر دونوں خط کا جواب شاید نہیں آیا۔ انہیں خطوط و مراسلت کا مجموعہ ہے ''اجلی انوار الرضا'' اسے حجۃ الاسلام نے ترتیب دیا۔ اور سنہ مذکورہ میں ہی مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ مفتی محمود احمد قادری نے اسی سے تینوں خطوط رضا نکال کر ''مکتوباتِ امام احمد رضا'' میں درج کئے ہیں۔ جو صفحہ ۸۷ تا ۸۷ مطبوع ہیں۔ خط اور جواب خط کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام — محررہ — ۱۲ ررمضان ۱۳۳۳ھ
(۲) مکتوب شیخ الاسلام بنام امام احمد رضا — محررہ — (تاریخ درج نہیں ہے)

---

[۱] (نوٹ) مکتوب اول اور اس کا جواب جو ''اجلی انوارالرضا'' میں ص ۵ تا ۷ پر ہے۔ اس کا عکس کتاب ''حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی، شخصیت علمی و ادبی کارنامے'' ص ۳۲۹، ۳۲۸ پر چھاپا گیا ہے۔ یہ کتاب، ڈاکٹر کے عبد الحمید اکبر کا تحقیقی مقالہ ہے، جس پر انہیں، پونا یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ خدا معلوم کس ضرورت کے تحت ایک طویل ترین عرصے کے بعد ۲۰۰۰ء کو مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدر آباد دکن سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام محررہ ۱۸ ؍شوال ۱۳۳۳ھ

(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام محررہ ۲۹ ؍محرم ۱۳۳۴ھ

۶ الطاری الداری لھفوات عبدالباری ، ۳ حصے، مرتبہ مفتی اعظم مولینا مصطفٰی رضا خان ، موضوع ''دین و سیاست'' مجموعی صفحات ۲۸۲، مطبع حسنی پریس بریلی، ۱۳۳۹ھ ، مجموعی تعداد مکتوب ۴۳۔

ترتیب و اشاعت کا پس منظر: قیام الملت و الدین حضرت مولینا شاہ عبدالباری فرنگی محلی ، اہل سنت کے معروف عالم دین، بلند پایہ روحانی پیشوا، فرنگی محل لکھنؤ کی مذہبی روایات کے امین اور آخری علمی تاجدار تھے۔ حضرت مولینا اور امام احمد رضا باہم دوست اور ایک دوسرے کے قدر شناس تھے۔ حضرت مولینا ۱۹۱۹ء ۱۹۲۰ء میں اٹھی ہوئی تحریک ترک موالات، تحریک خلافت اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ امام احمد رضا خان ان کی اس حمایت و سرگرمی سے بیزار و ناخوش تھے۔ ان کی نگاہ میں یہ حمایت و سرگرمی غیر شرعی تھی۔ اس ناخوشی و بیزاری کے تصفیہ کے لئے دونوں میں مراسلت کی ابتداء ہوئی۔ بعد میں خط کتابت کے لہجوں میں تیزی و تندی بھی آئی اور تلخیاں بھی پیدا ہوئیں۔ پیش نظر مجموعہائے مکاتیب انہیں تلخ و تیکھی حقیقتوں کی یادگار ہیں۔

یہ مراسلتی افہام و تفہیم کا سلسلہ ۱۶ ؍رمضان ۱۳۳۹ھ کو شروع ہوا اور ۲ ؍صفر ۱۳۴۰ھ کو تمام ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مولینا نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔ ان کا توبہ نامہ روز نامہ ''ہمدم'' لکھنؤ ۱۱ ؍رمضان ۱۳۳۹ھ ، ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء ص ۳ کالم ۴ کی اشاعت میں شائع ہوا[1] امام احمد رضا اس مجمل و مبہم توبہ نامہ سے مطمئن نہ ہوسکے۔ ان کا اصرار رہا کہ حضرت مولینا تفصیلی توبہ نامہ شائع کریں۔ بالآخر حضرت مولینا نے ان تمام باتوں سے تفصیلا رجوع فرمالیا۔ جن پر امام احمد رضا کو اصرار و اعتراض تھا [2] یہ تھی محبت ، یہ تھے اختلافات اور یہ تھا

---

[1] (الف) حق کی فتح مبین ، سید شاہ محمد میاں مارہروی۔ مطبع صبح صادق سیتاپور۔
(ب) (الطاری الداری مولینا مصطفٰی رضا خان مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۲۶/۳

[2] شمع ہدایت، مولینا محمد عبدالحفیظ، مفتی آگرہ طبع کراچی ص ۹۴،۹۳ بحوالہ تنقیدات و تعاقبات ص ۱۴۶

اخلاص، دونوں بزرگوں میں۔ ''الطاری الداری'' کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہے، جس میں ۲۴ خطوط امام احمد رضا کے ہیں، تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

☆ حصہ اول صفحات ۵۶، خطوط ۵۔

اس میں تین خطوط حضرت مولینا ریاست علی خان شاہجہاں پوری کے ہیں۔ جو امام احمد رضا کو بھیجے گئے ہیں۔ دو خطوط مع تحریر متوسط و تحریر مفصل امام احمد رضا کے ہیں، جو مولینا شاہجہاں پوری کے نام ہیں۔ مکتوب الیہ گو مولینا شاہجہاں پوری ہیں۔ مگر مخاطب براہ راست مولینا شاہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ ہیں۔ تاریخی ترتیب یہ ہے:

(۱) مکتوب مولینا ریاست علی خاں بنام امام احمد رضا محررہ ۲۷ ر جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۲) مکتوب مولینا ریاست علی خان بنام امام احمد رضا محررہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا ریاست علی خان محررہ ۱/ ر جب المرجب ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۴) مکتوب مولینا ریاست علی خان بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)

(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا ریاست علی خان محررہ ۲ ر شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء (مع تحریر متوسط و تحریر مفصل)

☆ حصہ دوم، صفحات ۸۸، تعداد خطوط ۱۹، امام احمد رضا کے ۱۰ حضرت مولینا عبدالباری کے نام اور حضرت مولینا کے ۹ ر امام احمد رضا کے نام ہیں۔ آئینہ تاریخ تحریر یہ ہے۔

(۱) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۲) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۹ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۲ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۵) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۶ ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲ ر شوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۴ ر شوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

(۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۹رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۰) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۹رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۱) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۳) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۹رشوال المکرّم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۰/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۳/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۴/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۳/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۸) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

☆ حصہ سوم، صفحات ۱۳۸، تعداد خطوط ۱۹

اس میں ۱۲/ خط امام احمد رضا کے حضرت مولینا کے نام ہیں اور حضرت مولینا کے ۷/خط بنام امام احمد رضا ہے۔ ترتیب اس طرح ہے۔

(۲۰) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۲) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۴) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۸/ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۳/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۸) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۵/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۸/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۰) مکتوب امام احمد رضا بنام مولٰینا عبدالباری محررہ ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۱) مکتوب مولٰینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۴/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۳) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۵/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۶/محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

(۳۷) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۵/محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

(۳۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

''الطاری الداری'' کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہوئی، مولینا ریاست علی کے ۳/حضرت مولینا عبدالباری کے ۱۶/اور امام احمد رضا کے ۲۴ خطوط ہوئے۔ حضرت مولینا عبدالباری کے سبھی خطوط امام احمد رضا کے نام ہیں۔ امام احمد رضا کے ۲۲/خطوط حضرت مولینا عبدالباری کے نام ہیں۔ جو حصہ دوم و سوم میں ہیں۔ حصہ اول میں مولینا شاہجہاں پوری کے تینوں خط امام احمد رضا کے نام ہیں اور امام احمد رضا کے دونوں خط مولینا شاہجہاں پوری کے نام۔ ''الطاری الداری''، معہ حصص مفتی اعظم مولینا مصطفیٰ رضا کے قلم سے ترتیب پائی، اور ''حسنی پریس'' بریلی سے اسی زمانہ میں شائع ہوئی جب سے یہ کتاب تقریبا نایاب ہے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن

۱۹۸۳ء میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور سے نکلا تھا ۱۔ مگر ہندوستان میں دستیاب نہیں۔ ''الطاری الداری'' میں شامل خطوط رضا کی تیسری اشاعت بھی ہے۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۷ حق کی فتح مبین: مرتبہ سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی، موضوع فقہ و سیاست، صفحات ۸، مطبع صبح صادق، سیتاپور، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، تعداد مکتوب ۲۔

اس ہشت ورقی رسالہ میں صرف دو مکاتیب ہیں۔ جو ۲۴ اور ۲۵ ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو علی الترتیب مارہرہ کے معروف روحانی پیشوا اور مایہ ناز عالم دین سید شاہ اولاد رسول کے نام ارسال ہوئے ہیں۔ اس کے موضوعات و مباحث وہی ہیں۔ جو ''الطاری الداری'' کے ہیں۔ رسالہ مذکور مطبع صبح صادق سیتاپور سے حضرت سید ارتضی حسین کے اہتمام میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ذکر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک کتاب میں بھی ملتا ہے۔ ۲ اس کی دوسری اشاعت نظر سے نہیں گذری۔

۸ بعض مکاتیب حضرت مجدد: مرتبہ، حضرت مولینا سید عرفان علی بیسلپور، صفحات ۱۶، مطبع حسنی پریس بریلی، تعداد مکتوب ۱۳۔

''بعض مکاتیب حضرت مجدد'' خود مکتوب الیہ مولینا سید عرفان علی نے مرتب کیا۔ حضرت مولینا حکیم محمد حسنین رضا خاں کے اہتمام میں مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ پہلی بار اس کی تعداد اشاعت ایک ہزار تھی۔ قیمت ایک روپیہ فی نسخہ رکھی گئی تھی۔ البتہ سنہ اشاعت مذکور نہیں۔ اس میں کل تعداد خط ۱۳ ر ہے۔ ''شب برأت'' کے گشتی مراسلہ کے علاوہ بارہ خطوط ''مکتوبات امام اہل سنت'' مشمولہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد ۱، صفحہ ۳۰۸ تا ۳۲۰ میں بھی شامل ہیں۔ ''بعض مکاتیب'' پر سنہ اشاعت مذکور نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان خطوط کی پہلی اشاعت کون سی ہے۔ پھر یہ تمام صحائف ''مکتوبات امام احمد رضا'' صفحہ ۱۹۶ تا ۲۰۸ مرتبہ،

---

۱ سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر برطانوی راج مذہب و سیاست، بریلوی تناظر، حرا پبلکیشن دہلی ۱۹۹۳ء ص ۲۶

۲ سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر برطانوی راج مذہب و سیاست بریلوی تناظر، حرا پبلکیشن دہلی ۱۹۹۳ء ص ۷۱

مفتی محمود احمد قادری میں بھی منقول ہیں، جو ''حیات اعلیٰ حضرت'' سے عکس لیا گیا ہے۔

۹ مکتوب امام اہل سنت: مرتبہ، ملک العلماء مولینا شاہ سید محمد ظفر الدین رضوی عظیم آبادی صفحہ ۷۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۹۵۵ء، تعداد مکتوب ۵۷۔

''مکتوبات رضا'' کا یہ مجموعہ دراصل ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول میں، بطور ضمیمہ شامل ہے۔ جو صفحہ ۲۴۴ سے ۳۲۰ تک ہے۔ تعداد خط ۵۷ ہے۔ یہ مجموعہ اس اعتبار سے اولین اور اہم ہے کہ اس میں خطوط رضا کی اتنی بڑی تعداد سب سے پہلی بار شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں اس کی اشاعت کا سہرا مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی کے سر ہے۔ بعد میں ہند و پاک سے اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس میں شامل خطوط چار آدمیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ تعداد و تفصیل یہ ہے۔

☆ ملک العلماء مولینا سید محمد ظفر الدین کے نام ۴۳

☆ حضرت مولینا سید عرفان علی بیسلپوری کے نام ۱۲

☆ حضرت مولینا الحاج محمد لعل خان مدراسی کے نام ۱

☆ حضرت مولینا خلیفہ تاج الدین کے نام ۱

کل میزان = ۵۷

پھر یہ مراسلات و مفوضات رضویہ مفتی محمود احمد قادری کی ''مکتوباتِ امام احمد رضا'' میں بھی نقل ہوئے ہیں۔ جسے ''مکتبہ نبویہ'' لاہور اور ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' بمبئی نے علی الترتیب ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۰ء میں طبع کئے ہیں۔ ملک العلماء کے نام اصل خطوط کا عکس ''نوادرات'' کے زیر عنوان دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۰ اکرام امام احمد رضا: مرتبہ، برہان ملت حضرت مولینا محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، صفحات ۱۶۴، مطبوعہ مجلس العلماء، مظفر پور، بہار ۱۹۹۰ء تعداد مکتوب ۲۰۔

زاہد صوفی عالم دین مولینا عبدالکریم صدیقی جبلپوری امام احمد رضا کے دوست تھے۔ مگر

دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مولینا موصوف کے نامور فرزند مولینا شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری نے امام احمد رضا سے کسب فیض کیا تھا۔ان کے سعادت مند بیٹے حضرت مولینا محمد برہان الحق رضوی جو بعد میں ''برہان ملت'' کے لقب سے معروف ہوئے۔ امام احمد رضا کے تلمیذ رشید اور خلیفہ عزیز تھے۔ جبلپور کا یہ صدیقی گھرانہ امام احمد رضا کا گویا اپنا گھرانہ تھا۔ ''اکرام امام احمد رضا'' کے مطالعہ سے یہی تاثر ملتا ہے۔ یہ قربت ومحبت ظاہر کرتی ہے کہ طرفین سے خط وکتابت کا طویل سلسلہ رہا ہوگا۔مگر سب تونہیں، کچھ کچھ پیش نظر مجموعہ میں موجود ہے۔

۱۹۷۸ء میں یہ مجموعہ برہان ملت کے قلم سے ترتیب پایا۔ بعد میں یہ ترتیب پروفیسر محمد مسعود احمد کی نگاہ سے گذری۔تو جدید فنِ تدوین کی روشنی میں پروفیسر موصوف کے زہرہ نگار قلم نے کتابت کے رخ پر غازہ مل دیا۔ زیرِ نظر مجموعہ ۱۹۸۱ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں مجلس العلماء مظفر پور نے چھاپا۔ یہی طبع ثانی خاکسار کے سامنے ہے۔ تین مکتوب الیہ کے نام اس میں ۲۰ رخطوط ہیں۔ مجموعی ترتیب یہ ہے:

| | | |
|---|---|---|
| (۱) | بنام شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری | ۱۴ |
| (۲) | بنام قاری بشیر الدین جبلپوری | ۱ |
| (۴) | بنام مولینا محمد برہان الحق رضوی | ۵ |
| | میزان = | ۲۰ |

''مکتوبات امام احمد رضا'' کے مرتب نے شاہ عبدالسلام کے نام ۱۴ رخطوط کو اپنی تالیف میں نقل کئے ہیں۔ انہی کے نام سے انہوں نے چار خطوط کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یوں یہ تعداد ۱۸ ر ہوگئی ۔اب کل تعداد ۲۴ ر رہو جاتی ہے۔ میری دریافت میں اس خاندان کے نام اور بھی خطوط ہیں۔ جن کی تعداد ۳۵ ر سے بھی زائد ہیں۔ جن کو میں نے اُن کی اپنی اپنی جگہ ترتیب دے دی ہے۔اس مجموعہ خطوط کا نام ''صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ'' ہے، جو قلمی صورت میں میری تحویل میں ہے۔

۱۱ ''مکتوبات امام احمد رضا'' مرتبہ مفتی محمود احمد قادری مظفر پوری صفحات ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۸۶ء تعداد مکتوب ۹۱۔

امام احمد رضا کے خطوط مختلف وقتوں میں، مختلف صورتوں میں چھپتے رہے ہیں۔ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی، مجموعی شکل میں بھی اور انفرادی صورت میں بھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد کا اور کوئی دوسرا مجموعہ نہیں۔ اس میں ۱۱/مکتوب الیہ کے نام ۹۱/خطوط ہیں۔ گو ان میں سے بیشتر خطوط کے مراجع و مصادر ماسبق کے مجموعے رہے ہیں۔ بلحاظ ترتیب اصل ماخذ کی رسائی کچھ اس طرح کی جا سکتی ہے۔

☆ بنام سید شاہ محمد میاں مارہروی، ۱/خط، ماخذ، سالنامہ، ''اہل سنت کی آواز'' مارہرہ مطہرہ جلد سوم ص۲۲۔ یہ شمارہ فقیر کی نظر کے سامنے ہے۔

☆ بنام حضرت مولینا محمد محمود جان، جام جودھپوری گجرات، ۱/خط، اس کا قلمی نسخہ فقیر کے پاس ہے۔ جسے فروری ۱۹۹۷ء میں گجرات کے دورانِ سفر حاصل کیا گیا۔

☆ بنام شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری، ۱۸/خط ۱۴/کا ماخذ، ''اکرام امام احمد رضا'' بقیہ چار مرتب کی نئی دریافت۔

☆ بنام ملک العلماء مولینا سید محمد ظفرالدین رضوی، ۴۳/خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام شیخ الاسلام مولینا انواراللہ فاروقی حیدرآبادی، ۳/خط، ماخذ ''اجلی انوارالرضا''۔

☆ بنام مولینا سید محمد علی مونگیری، ۳/خط، ماخذ ''مراسلت سنت و ندوہ''۔

☆ بنام حضرت مولینا الحاج محمد لعل خان مدراسی، ۱/خط ماخذ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام حضرت مولانا خلیفہ تاج الدین لاہوری ۱/خط، ماخذ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' جلد اول

☆ بنام حضرت مولینا سید محمد عرفان علی بیسلپوری، ۱۲ ر خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول یا ''بعض مکاتیب حضرت مجدد''۔

☆ بنام اشرف علی تھانوی، ۳ ر خط، یہ تینوں مرتب کی اپنی دریافت ہیں۔ البتہ ۱۰ سوالات و استفسارات پر مشتمل اول خط محررہ ۲۰ ر ذی القعدہ ۱۳۲۸ء کا قلمی نسخہ ناچیز کے قلمی ذخیرے میں موجود ہے۔

☆ بنام مولینا طیب عرب مکی، ۵ ر خط ماخذ، ''الطائب الصیب علی ارض الطیب'' رسالہ منفردہ یا فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱۔

ماخذ و مراجع کی طرف یہ اشارہ میں نے قیاساً کیا ہے۔ بعید نہیں کہ مرتب موصوف کے پیش نظر خطوط کی اصل کاپیاں رہی ہوں۔ حضرت مرتب کی ''تقدیم'' اور ناظم مکتبہ نبویہ لاہور، علامہ اقبال احمد فاروقی کا مضمون بعنوان ''صاحب مکتوب'' نے کتاب کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی نے ۱۹۹۰ء میں چھاپا ہے۔ یہی اشاعت میرے پیش نظر ہے۔

زیر نظر مجموعہ کی ترتیب میں حسن ترتیب موجود نہیں۔ اس میں کئی سہو وسقم در آیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۵۷ پر ''اضافات ...... و ...... مزید مکتوبات'' کی ذیلی سرخی سے تعداد خطوط کے بڑھ جانے کا اشتباہ پیدا ہوگیا ہے۔ یونہی صفحہ ۱۹۶ پر ملک العلماء کی ایک وضاحتی عبارت اور صفحہ ۲۰۸ پر ملک العلماء کا اختتامیہ بھی چھپ گیا ہے۔ اس پر سوال و جواب قائم کرکے ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی نے اپنے ایک مضمون میں دلچسپ بحث کی ہے۔ [1]

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مفتی محمود احمد قادری کی کاوش و ترتیب قابل ستائش ہی نہیں، لائق صد ستائش ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور گھپ اندھیرے میں جگنو کی روشنی بھی مینارۂ نور کا کام کرتی ہے۔ انگریزی کا مشہور مقولہ ہے Something is better than nothing۔

---

[1] ''سہ ماہی افکار رضا'' بمبئی شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء مضمون ڈاکٹر صابر سنبھلی ص ۱۹۔

۱۲ ''مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات و تعاقبات'' مرتبہ، مفتی محمود احمد قادری / پروفیسر ڈاکٹر محمد مسود احمد، صفحات ۳۳۲، تعداد مکتوب، ۲۲، مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۸ء۔

یہ مجموعۂ مراسلات، دراصل ''الطاری الداری'' کی بہ نوع خاص جدید کاری ہے، جس میں صرف وہ ۲۲ / خطوط دیکھے جا سکتے ہیں۔'' جو امام احمد رضا نے حضرت مولینا عبدالباری فرنگی محلی کو امضاء کیے تھے۔ مولینا ریاست علی خان شاہ جہاں پوری کے نام بھیجی گئی ''تحریر متوسط و تحریر مفصل'' بھی اس میں شامل ہے۔ یہ اخذ و انتخاب حضرت مفتی محمود احمد صاحب کے حسن انتخاب کا نتیجہ ہے۔ گو اب اس کی اشاعت معیوب سمجھی جاتی ہے۔ قریب ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل پروفیسر محمد مسعود احمد کی مبسوط و محقق، مؤرخانہ، اور حقیقت پسندانہ تحریر جو ''تنقیدات و تعاقبات'' کے نام سے موسوم ہے، کتاب کی اہمیت و افادیت میں چار چاند لگاتی ہے۔ اور مباحث کتاب کے سمجھنے سمجھانے میں ایک استاذ کامل کا رول ادا کرتی ہے۔ ''تقدیم'' پروفیسر فاضل زیدی نے لکھی ہے ''تقریب'' پروفیسر عبدالباری کے قلم سے نکلی ہے '' افتتاحیہ'' تجزیہ نگار کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے اور ''ناشر نامہ'' ناظم مکتبہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے قلم بند کیا ہے۔

مجموعۂ مکاتیب کے بعد مناسب تو یہ تھا کہ مکتوب الیہم کا تعارف پیش کیا جائے۔ مگر دقت یہ ہے کہ ان کے مکتوب الیہم ایک ادنیٰ انسان سے لے کر اعلیٰ انسان تک ہیں اور یہ تعداد میں بھی کثیر ہیں۔ اس لئے یہ بحث یہاں قلم انداز کی جاتی ہے۔ البتہ کوشش یہ رہی ہے کہ مکتوب الیہم یا جن رجال یا شخصیات کا ذکر خطوط کے متن میں آیا ہے۔ یا مباحث و مسائل کے ضمن میں ذکر آیا ہے۔ وہاں ہم نے کوشش کی ہے کہ کچھ ضروری حاشیہ لکھ دیا جائے اور یہ حاشیہ ضرورت سے زیادہ طویل نہ ہو۔ ہاں آیات، احادیث، عبارت فقہاء و علماء کی تخریج تا حد امکان کر دی گئی ہے۔ ان مجموعوں اور قدیم جرائد میں چھپے خطوط کے علاوہ ایک خاص تعداد ان خطوط کی ہے جو ان کے فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلدات، کتب و رسائل اور متفرق کتابوں میں بکھرے ہوئے

ہیں۔ یا وقتاً فوقتاً دریافت ہو کر حالیہ جرائد و رسائل میں چھپتے رہے ہیں۔ ایک قابل لحاظ تعداد ان مکاتیب کی ہے۔ جو اب تک غیر مطبوعہ تھے۔ پہلی بار اس میں جمع کئے گئے ہیں۔ چند عربی و فارسی خطوط کا اردو ترجمہ بھی پہلی بار اس میں شامل کیا جارہا ہے۔ اس طرح تا حال دستیاب خطوط کی تعداد تقریباً تین سو ہو گئی ہے۔ جو خط ہم نے جہاں سے لیا یا کسی نے فراہم کیا ہے، اس کا حوالہ اسی جگہ دے دیا ہے۔ جہاں وہ خط درج ہے۔ کوئی کوئی خط ایک سے زیادہ مآخذ میں موجود ہے یا کثرت سے نقل ہوتا رہا ہے۔ اس صورت میں ایک سے زیادہ حوالے دے دیئے گئے، البتہ تمام مصادر کا احاطہ کرنا نہ ممکن تھا۔ نہ مفید سمجھا گیا۔ اس، وقت خاکسار کو روحانی مسرت ہو رہی ہے کہ اتنے خطوط یکجا ہو کر بشکل "کلیات مکاتیبِ رضا" آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس اعتبار سے یقیناً یہ پہلا قدم ہے، جو علم و ادب کی عمدہ خدمت بھی ہے اور "رضویات" کے باب میں ایک انقلابی اضافہ بھی۔

ہماری خواہش تھی کہ "مکاتیب رضا" کو ہم تاریخی ترتیب DATE WISE دیں۔ مگر اس راہ میں کٹھنائی یہ تھی کہ "مکاتیبِ رضا" کا تمام یا اکثر حصہ مہیا نہیں۔ مکتوب نگار کے پیر خانہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ذخیرۂ خطوط، جو پروفیسر محمد مسعود احمد کی اطلاع کے مطابق ڈھائی سو ہیں" ہزار کوششوں کے باوجود میری دسترس سے باہر رہا۔ مولینا شہاب الدین رضوی بھی خطوط رضا کو جن کی بقول ان کے تین جلدیں ہوں گی، سنا تھا، ترتیب دے رہے تھے۔ اکا دکا خط دوسرے اداروں کے پاس بھی موجود ضرور ہوگا۔ جن تک میری رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ یوں ابھی امام احمد رضا کے بہت سے خطوط منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔

اس لئے ہم نے سر دست الف بائی ترتیب سے کام لیا ہے۔ البتہ ہر مکتوب الیہ کے نام خطوط کی ترتیب بلحاظ تاریخ کر دی گئی ہے۔ دو چند خطوط کی تاریخیں پچھلے مجموعوں میں بدل گئی یا غلط چھپ گئیں ہیں۔ بعد میں کی جانے والی تحقیق کی روشنی میں ان کو درست کر دی گئیں ہیں۔ بعض خطوں پر تاریخ درج نہیں تھی۔ ان کی تاریخ اور سن میں نے اندرونی اور بیرونی شہادتوں کی

روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ خطوط ایسے بھی نظر سے گذرے۔ کہ کسی پر تاریخ ہے۔ تو مکتوب الیہ کا نام نہیں۔ نام ہے تو پتہ درج نہیں۔ ان کو ہم نے ایک عنوان کے تحت دوسری جلد کے آخر میں رکھ دیئے ہیں۔ امام احمد رضا تاریخ نیچے اور التزاماً ہجری تاریخ لکھا کرتے تھے۔ صرف دو خطوں میں عیسوی تاریخ دیکھنے کو ملی، ہم نے تمام تاریخوں کو اٹھا کر اوپر داہنے کونے میں لکھی ہے۔

الغرض کتاب کو ہم نے ہر طرح تو نہیں، سو جتن سے سنوارنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ تاہم عین ممکن ہے کہ بہت سی فروگزاشتیں راہ پاگئی ہوں۔ مخلص علماء و محققین نشاندہی فرمائیں۔ خنداں پیشانی سے قبول کرتے ہوئے آئندہ ایڈیشن میں خیال رکھا جائے گا۔ ہاں! اس کلیات میں خوبیاں بھی ضرور ہیں۔ جو سب کے سب میرے رب قدیر کا بے پناہ فضل، میرے نبی کریم کی بے کراں نوازشیں اور میرے بزرگانِ دین کا سراسر فیضان نظر ہیں۔

میرے اللہ کریم!

تو میری اس خدمت کو قبول فرما!

اسے شرف قبولیت سے نواز!!

ہاں! میرے حقیقی معبود!!

تو اسے میرے لئے

میرے والدین کے لئے

میرے اساتذہ کے لئے

میرے شیوخ کرام کے لئے

اور ساری امت کے لئے

''توشۂ آخرت'' اور ''ذریعہ نجات'' بنا! آمین بجاہ سید المرسلین۔

میں نے یہ کام لوہے کا چنا ہی نہیں، کہ وہ ہوتا تو چباتا، فاقوں کی لذتیں اٹھا اٹھا کر کیا

ہے۔ سب سے زیادہ دقت ودشواری مجھے حصولِ خطوط اور فراہمیٔ مواد میں ہوئی۔ مکاتیب کے متن کی صحت کے لیے ضروری تھا کہ امام احمد رضا کے خطوط کی اصل یا ان کا عکس جن اصحاب یا اداروں کے پاس ہیں۔ ان سے حاصل ہو جاتا۔ اس لئے کہ خط کا ایک جملہ بھی بدل گیا۔ تو پورے خط کا مفہوم ہی خبط ہوکر رہ جائے گا اور نیز یہ بھی کہ تحقیقی کاموں میں مطبوعہ مواد ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں جوہفت خواں طے کرنا پڑے، ان کا ذکر، جن کی سرگزشت ایک داستانِ دل خراش کی صورت میں ہے، اب کیونکر کروں کہ۔

سفینہ جب کہ کنارے سے آلگا غالبؔ
خدا سے جور و ستم ناخدا کیا کہیے

ابھی میری گردن پر ایک بوجھ ہے۔ جسے اتارنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ ہے ان حضرات کی خدمات عالیہ میں شکریے و سپاسنامے گذارنا۔ جنہوں نے علمی، قلمی، کتابی یا کسی بھی طرح میرا تعاون فرمایا۔ گو یہ فہرست طویل ہوگی مگر میری دلی خوشی اسی میں ہے کہ اختصاراً سب کا تذکرہ کروں۔ اپنے ایک مقالہ'' میں اور میری پی ایچ ڈی'' میں ہم نے اس پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

۱ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی، جو فقیہ النفس، مناظر اسلام، محقق عصر اور ممتاز علماء کی صف میں ممتاز حیثیتوں کے مالک ہیں، نے رجسٹریشن کراتے وقت میری دشواریوں کو سبکبار کیا۔

۲ پروفیسر ڈاکٹر محمد فاروق صدیقی مظفر پوری، جو صاحبِ اسلوب ادیب، محقق، شاعر اور دینیات میں بھی اچھی بصیرت رکھتے ہیں، نے ترتیب مقالہ میں میری نگرانی فرمائی۔ اپنی شفقت، بلند اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی سے مجھے ہر طرح کی سہولت و اعانت پہنچائی۔

۳ حضرت مفتی محمد عیسیٰ رضوی دیناج پوری، جو خوش فکر، خوش پوش، خوش خور، صاحب قلم اور ذی علم فاضل ہیں، نے سب سے پہلے ایک فہرست بھیج کر فتاویٰ رضویہ کی مجلدات کے

ان مقامات کی نشاندہی فرمائی۔ جہاں سے مکتوبی صورت کی تحریریں اخذ کی جاسکتی تھیں۔

۴ گرامی قدر جناب محمد زبیر قادری نوعمر نوجوان ''تحریک فکر رضا'' ممبئی کے روح رواں اور سہ ماہی ''افکار رضا'' کے مدیر ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے بذریعہ مکتوب اپنی خوشی کا اظہار اور مبارکباد پیش کی۔ اور ساتھ ہی دو کتابیں ہدیۃً ارسال کیں۔ ممبئی جب کبھی آیا۔ ان کا کتب خانہ اپنے لئے کھلا پایا۔

۵ حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری، عالی نسب، اعلیٰ ظرف، اونچے اخلاق، صاحب علم و فضل، حلقۂ علماء میں نمایاں مقام کے مالک اور پیر طریقت ہیں۔ رام پور دو مرتبہ جانا ہوا، ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ ہر دو بار ان کا علماء نواز دولت کدہ میرا میزبان بنا رہا اور میرا سارا وقت ''رضا لائبریری'' اور ''صولت لائبریری'' کے کتابی ذخائر پر شہد کی مکھی کی طرح بھنبھناتے گزرا۔

۶ علی گڑھ میں پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین احمد، ملک العلماء کے اکلوتے فرزند سابق صدر شعبۂ عربی علی گڑھ یونیورسٹی، اسلامیات و ادبیات میں بین الاقوامی ممتاز اسکالر ہیں، انہوں نے میرے کاموں کے لئے وہاں راہ ہموار فرمائی۔ مفید مواد و معلومات بہم پہنچائی۔

۷ بریلی شریف میں تاج الاسلام حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری نے میری میزبانی فرمائی، دعائیں دیں، ہدایات ارشاد فرمائے۔ ان کے خادم خاص مولینا شہاب الدین رضوی، حضرت ازہری میاں کے حکم کے باوجود یہ کہہ کر مجھ سے اپنا دامن چھڑا لیا کہ ''میرے پاس ایک بھی مکتوب رضا نہیں ہے'' حالانکہ وہ زیر ترتیب ''مکاتیب رضا'' کی تین جلدوں کا اعلان برسوں سے چھاپتے چلے آرہے ہیں۔

۸ حضرت مولینا منان رضا خان منانی میاں کے زیر تعلیم سعادت شعار صاحب زادے مولوی سمنانی میاں، جن کی پیشانی پر ستارۂ اقبال کے نمایاں آثار اور علم و عمر کی اٹھان کچھ اور

ہی کا پتہ دیتی ہے، نے مجھ سے غیر معمولی محبت فرمائی۔ دعوت و ضیافت کی۔ میرے موضوع سے دلچسپی لی اور اپنے گھر موجود علمی ذخیرہ کے پاس لے جا کر مجھے بیٹھا دیا۔

محلّہ جسولی میں قیام پذیر، فکر رضا کی ترویج و ترسیل میں مصروف و منہمک گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی یاوری نے بھی ہماری کئی گتھیاں سلجھائی۔

محلّہ سرخا میں مقیم مفتیٔ اعظم ہند کے مرید و عاشق جناب ملا لیاقت علی خان کتاب دوست آدمی ہوا کرتے ہیں۔ ان کی ذاتی لائبریری میں مطبوعات کے علاوہ مخطوطات بھی ہیں۔ انہوں نے کتابوں کا یہ ڈھیر دیکھنے اور مطلب کی چیز اخذ کرنے کی کھلی اجازت دی۔ حتیٰ کہ قریب ڈیڑھ ہزار صفحات فوٹو کاپی کا بل خود سے چکایا۔ غرض انہوں نے محبت اور علم نوازی کا بھرپور ثبوت دیا۔ اس موقع پر فاضل استاذ، محقق، ماہر علوم جدیدہ حضرت علامہ قاضی شہید عالم رضوی، کٹیہاری، مفتی جامعہ نوریہ بھلا دینے کے قابل نہیں۔ کہ انہیں کی وساطت سے یہ مہم سر ہوئی۔

۹ عظیم روحانی و علمی مرکز مارہرہ مطہرہ زیب سجادہ امین ملت سید شاہ ڈاکٹر امین میاں برکاتی، حضرت گرامی وقار سید افضل میاں برکاتی، سابق رجسٹرار علی گڑھ یونیورسٹی، حضرت سید نجیب میاں زید مجدہم کی دعائیں اور ہدایتیں میرے لیے خضر راہ ثابت ہوئیں۔

۱۰ ممبئی میں قائم ''ادارۂ شرعیہ'' کے چیف قاضی حضرت مفتی اشرف رضا قادری کا مالدار کتب خانہ سے میں نے بار بار استفادہ کیا اور اندھیری، ممبئی میں بنہج جدید تعلیم و تربیت کی ابھرتی ہوئی درس گاہ ''جامعہ قادریہ کنزالایمان'' چھوڑ دینے کے قابل نہیں کہ باہر سے جب کبھی آیا۔ یہی ''جامعہ کنزالایمان'' میری قیام گاہ بنا۔ اس کے بانی و ناظم حضرت مولینا غلام ناصر مصباحی جو میرے برادر عزیز اور رفیق بھی ہیں۔ انہوں نے اور جامعہ کے اساتذہ، بطور خاص گرامی قدر حضرت مولینا مجیب الرحمٰن نوری وغیرہ اور طلباء نے میری خدمت و سہولت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ممبئی کی مسجد عبدالسلام کے خطیب و امام حضرت مولینا سید

عبدالجلیل رضوی، جو میرے دیرینہ دعا گو، کرم فرما، اور رفیق کار بھی ہیں، کی محبتیں اور رفاقتیں لوحِ دل پر انمٹ نقوش بن کر قائم رہیں گی۔

۱۱ سرزمین گجرات کے مجاہد جلیل، دولت و دماغ کے دھنی و غنی حضرت مولینا عبدالستار ہمدانی نے جب میرا خاکہ اور کام کا پھیلاؤ دیکھا۔ تو انہوں نے پوربندر آنے کی مجھے دعوت دی۔ جب حاضر ہوا۔ نوادرات پر مشتمل اپنے کتب خانہ کی کنجی میرے حوالے کردی۔ میں ہفتہ بھر اس میں ڈوبا رہا۔ پھر قریب بارہ سو صفحات کا عکس بلا عوض دے کر انہوں نے مجھے رخصت کردیا۔

۱۲ میرے والدین کریمین، ایثار پسند والد، قاضی عین الدین رشیدی، تہجد گزار ماں بی بی شمس النساء نے حسب روایت میرے اہل وعیال کی کفالت و ذمہ داری سنبھالی اور میری تنخواہ سمیت قریب چار سالوں تک مجھے میرے اس علمی کام کے لئے آزاد چھوڑے رکھا۔

۱۳ اور میرے عزیز تلامذہ، مولینا عبید الرحمٰن محمد آبادی، مولینا اسلم رضا ناگوری، مولینا محبوب رضا راج محلی، مولینا فیضان الرحمٰن سبحانی دربھنگوی اور مولینا محمد شرافت حسین رضوی پورنوی نے مسودہ و مبیضہ کے نقل و مقابلہ میں کامل محبت و رفاقت نبھائی۔

پاکستان میں:

☆ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے سرپرست، شہرت یافتہ اسلامی اسکالر، بے نظیر مصنف و محقق، پرہیزگار عالم دین، صاحب اسلوب ادیب، مفکر، درویشانہ رکھ رکھاؤ کے حامل حضرت العلام فضیلۃ الدکتور محمد مسعود احمد حفظہ اللہ الاحد۔

ادارہ مذکور کے صدر، ولد اولادِ غوث، فکر رضا کے مخلص مبلغ، بے لوث ترجمان، بامروت داعی، بلند عزائم دینی کارکن علم نواز، کتاب دوست، صاحب دل، اہل قلم، حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری، طول اللہ عمرہ الباری اور ادارۂ مذکور کے جنرل سیکریٹری صاحب خوش فکر، خوش کلام، اہل کمال، باشرع، سرگرم انتظام کار، نظریات رضا کے امین و علم بردار، درجنوں کتب

ومقالات کے مصنف، ومقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری زید علمہ وفضلہ۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے کرمہائے بے حساب کا شمار کیوں کر کیا جائے۔ بس اتنا کہ:

ع اتنے احسان کہ گنواؤں تو گنوا نہ سکوں۔

☆ کراچی میں جلوہ بار مایہ ناز عالم و فاضل، محقق و مصنف، بین الاقوامی خطیب، ماہر لسانیات، مذہب و سیاست میں اہم مقام کے مالک، مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی کے چیرمین اور خطیب اعظم پاکستان حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ کے علمی و روحانی جانشین حضرت علامہ کوکب نورانی دام علمہ و طال عمرہ کی دعائیں، وفائیں، عطائیں، جلائیں اور ضیائیں میرے حوصلوں کو تقویت پہنچائیں۔

☆ جامعہ نعیمہ کراچی میں مسند تدریس بچھائے بزرگ عالم و علامہ، اسلامیات وعصریات میں بھرپور درک رکھنے والے، وسیع الاخلاق حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی نے جامعہ کی لائبریری اور دہلی سے منتقل شدہ مولینا شاہ کرامت اللہ خان دہلوی کا کتب خانہ میرے لیے کھول دیا۔ جہاں مجھے کئی کارآمد کاغذات مل گئے۔

☆ کراچی کی عظیم وقدیم درسگاہ جامعہ امجدیہ کے علماء واساتذہ نے مجھ سے محبت فرمائی۔ میری تقریر کروائی، آرام وطعام کا خاص خیال رکھا۔ کہ وہاں کئی دن میرا قیام تھا۔

☆ کراچی کی ایک بلند قامت علمی وادبی شخصیت، مشہور دانشور، محقق، معروف اسکالر، ہنس مکھ، ملنسار اور گوناگوں خصائل وخوبی کے مالک نبیرہ محدث سورتی عالی جاہ ڈاکٹر خواجہ رضی حیدر ابقی اللہ علمہ و فضلہ، نے نوادرات سے ہرا بھرا اپنا کتب خانہ میرے لیے یہ کہتے ہوئے کھول دیا: ''یہ لیجئے، وہ دیکھئے، یہ بھی رکھیئے، ہاں اس میں بھی آپ کا مواد ہے'' وغیرہ۔ ضیافت کی مشروبات پلائے۔ شفقتوں سے نوازا اور آتے وقت اپنی آنسوؤں سے بوجھل پلکوں سے انہوں نے مجھے الوداع کہا۔

☆ لاہور کی عظیم القدر اساتذہ، کثیر الطلبہ، دور تک شہرت رکھنے والی اقامتی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث، شیخ طریقت، عالم اجل، استاذ الاساتذہ، بزرگانہ تہذیب و روایت کے امین و نقیب، محقق مشہور، صاحب تصانیف و تراجم کثیرہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نفعنا اللہ ببرکاتہم، برکت الزمان، کاموں کی مشین، جائے پناہ، فضیلت آگاہ، شفیق و کریم، سادگی پسند، وضع دار، علام و فہام حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ مذکور ہی کے اساتذہ، عالم علام، فاضل جلیل، ادیب شہیر، مخلص کریم، فعال و جوال، متحرک دینی کارکن حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری اور علم و اخلاق کے پیکر، فاضل استاذ، محقق، مصنف، حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی و دیگر اساتذہ وطلباء نے مجھے عزتیں دیں۔ میرے لیے دعائیں کیں، حوصلے بخشے، مأکولات و مشروبات کا انتظام کیا اور ہر طرح خیال رکھا۔

☆ پیکر محبت، مجسم شفقت، سراپا اخلاص، شریفانہ وضع، بزرگانہ خو بو سے متصف، عاشق رسول، زائر حرم، مرکزی مجلس رضا کے تاسیسی رفیق، حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے جلیس و شفیق، افکار رضا کے پر جوش سفیر، کامیاب مترجم، حقیقت نگار محقق، ماہنامہ "جہان رضا" کے دردمند مدیر و منصرم، مکتبہ نبویہ کے ہنرمند مالک و منتظم حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی کی نوازشیں اور شفقتیں میری یادوں کے نگار خانہ میں مدام جگمگ کرتی رہیں گی۔

☆ عظیم المرتبت، قصیر القامت، بزرگ صورت، پاکیزہ سیرت، اشاعت اسلام میں مخلص، ترویج علم میں متحرک، اور تعلیمات رضا کی طباعت و ترسیل میں صبح و شام سرگرم عمل، حاجی الحرمین، محب العلماء، رضا اکیڈمی چاہ میراں کے ستون و شہتیر، مقبول خدا و رسول الحاج مقبول احمد ضیائی نے بغیر کسی سابقۂ عرض و شناخت کے ڈھیر ساری مطبوعات اکیڈمی کے علاوہ فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ کی ۲۰ جلدیں از خود عنایت فرمائیں۔ جو میرے ذوق کی غذا، شوق کا سامان اور کتاب خانہ کی زینت و رونق ہیں۔ جب جب یہ کتابیں کھلیں گی، ان کی یادیں دیپ کی طرح جل اٹھیں گی۔



☆ امام احمد رضا کے تلمیذ و مسترشد، مجاز و ماذون حضرت مفتی غلام جان رضوی ہزاروی کے قابل فخر فرزند، صاحب اخلاص، قناعت پسند رند مزاج، صوف مذاق، خلیق و حلیم، حضرت مولینا مفتی مظفر اقبال دام اقبالہ وفضلہ نے اپنا کتب خانہ کھولا اور دلچسپی سے مجھے مخطوطات و نوادارات دکھائے۔ ان کی یادیں اور مسکراہٹیں، تا دیر باقی رہیں گی۔

☆ منتخب عالم و فاضل، مقبول خطیب و شاعر، مرنجا مرنج شخصیت و صفات کے مالک، خلق نبوی کے مظہر، سنیت و رضویت کے بے باک داعی و حامی، جامعہ قادریہ کے مہتمم، المصطفیٰ قرآن اکیڈمی کے بانی، العائشہ مدرسۃ البنات کے مربی، امام احمد رضا کے محب خاص حضرت مفتی عبدالرحیم احمد آبادی کے نبیرہ، لائل پور میں مقیم حضرت علامہ عطاء المصطفیٰ نوری کے گھر، قریب دو درجن قلمی خطوط و خطی نسخہ جات مجھے ہم دست ہوئے۔ ان کی یادیں اور باتیں قہقہے اور آنسو میرے قلب و ذہن کے طاق پر قندیل بن کر روشن رہیں گے۔

اٹھارہ دن کے بعد ارض پاک سے جب میں واپس ہونے لگا، تو ان حضرات گرامی قدر کی محبتوں نے میرا کاسۂ دل بھر دیا تھا اور ان کے کتابی تحفوں سے میرا دامن لد چکا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ یہاں کے اہل علم سے میں نے وہاں کے علماء میں علم کی قدر دانی اور معارف پروری کی روایت زیادہ زندہ اور جاندار دیکھی۔

اے سنسار کے پالنہار!
تو ان تمام حضرات کے علم، عمل، عمر میں برکتیں اتار!
اپنے دین کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ مصروف رکھ!
اور تو اپنی توفیقات ہم سب کے لئے نہایت ارزاں کردے!

یا رب بالمصطفیٰ بلغ مقاصدنا     واغفر لنا ما مضیٰ یا واسع الکرم

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی عین الدین رشیدی عفی عنہما
۳ رشعبان ۱۴۲۳ھ / ۱۳ / اکتوبر ۲۰۰۲ء

# بامراد مرد مجنوں

جناب محمد ہارون بھائی رضوی بمبئی با مراد مجنوں ہیں۔ خوش نصیب، سعادت مند ہیں کہ ان کے بے لاگ جذبہ وجنون کی وجہ سے یہ کتاب چھپ کر قارئین کرام کی جنت نگاہ ہے۔ اگر ان کی محنت ومحبت یاوری نہ کرتی، تو میرے لئے اس کتاب کا چھاپنا نہایت امر مشکل تھا۔ اس لئے وہ میرے خصوصی شکریہ اور قارئین کی مخصوص دعاؤں کے خاص مستحق ہیں۔

اے رب کریم! تو اپنے خاص کرم سے دونوں جہان میں ہارون بھائی کو سرخرو رکھ! سربلندی وسرفرازی عطا فرما۔

آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین

واضح رہے کہ یہ کتاب جزوی طور پر قرض حسن سے چھاپی گئی ہے۔

طالب دعا۔
غلام جابر شمس مصباحی



## تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادرسول محمد میاں برکاتی

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۳۰ رذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ عالیہ صاحب زادہ والا مرتبت بالا منقبت حضرت سیدنا سید اولادِرسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

آداب نیاز معروض!

جواب مسائل حاضر کر چکا تھا۔ دوبارہ بصیغہ رجسٹری حاضر کرتا ہے۔ اول اپنی حالت عرض کرے۔ رمضان مبارک (۳۰ھ) میں چار بار بخار آیا۔ شب عید (۳۰ھ) میں ۱۰ر بجے سے ۱۲ر بجے تک اسٹیشن (بریلی) پر کھڑا رہنا ہوا۔[۱] پھر حرارت لے کر واپس آیا۔ دوسرے دن دو عیدیں (عید جمعہ وعید الفطر) اور احباب کا ملنا۔ تکان بڑھ گئی اور جب سے اب تک کئی حملے بخار کے ہوئے۔ ادھر اخیر میں دو حملے بہت شدت سے ہوئے کہ حاضری مسجد سے بھی محروم رہا۔ آج ظہر وعصر کو نماز کے لیے گیا تھا۔ طبیب وہیں مسجد میں ملے اور نبض دیکھ کر کہا ابھی بخار باقی ہے۔ چند روز مسجد کی سیڑھیوں کا چڑھنا، اترنا اور موقوف رہے۔

سوالات سابقہ کا جواب عرض کر چکا تھا۔ معلوم نہیں، کیوں نہیں باریاب خدمت

---

[۱] حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں کے نواسے، حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں کے بیٹے اور تاج العلماء، سید شاہ اولاد رسول محمد میاں کے بھائی سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم نے انتیس رمضان ۱۳۳۰ھ کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا جنازہ براہ بریلی مارہرہ مقدسہ لے جایا جا رہا تھا۔ بریلی کے اسٹیشن پر جنازہ حضرت کا پہنچا تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ اپنے یہاں کے بہت سے اعیان حاضرین آستانہ رضویہ کے ساتھ تشریف لا کر حضور پرنور سید ابوالقاسم قدس سرہٗ سے تعزیت مسنونہ ادا فرمائی۔ (سیرت شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی از تاج العلماء مشمولہ عقائد نامہ منظومہ ص ۹۶ مطبع صبح صادق، سیتاپور)

ہوا۔ سوال متعلق بینک کی نسبت بوجہ تپ حافظ امیر اللہ کے داماد سے کہلا بھیجا کہ براہ راست حاضر کردوں گا۔ اب سابق ولاحق سب کا جواب حاضر ہے۔

امامت فاسق کی نسبت علماء کے دوقول ہیں۔ کراہت تنزیہہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریم کما فی الغنیہ وفتاوی الحجہ والتبیین والشرنبلالیہ وابی السعود والطحطاوی علی المراقی وغیرہ اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی۔ مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو، اگرچہ عندالفقہاء یعنی منکر قطعیات ہو، اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ کما فی فتح القدیر ومفتاح السعادۃ والغیاثیہ وغیرھا کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اس کی تکفیر سے باز رکھے گی۔ اس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی۔ فان الصلوۃ اذا صحت من وجوہ و فسدت من وجہ حکم بفسادھا ۔[1] پس بے شک نماز جب کہ چند وجہ سے صحیح ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اس کے فساد کا ہی حکم دیا جائے، ورنہ مکروہ تحریمی۔

جن صورتوں میں کراہت تحریمی کا حکم ہے۔ صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ہے۔ جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو نماز منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ہے۔ اور اس (مبتدع و فاسق معلن) کی تقدیم امامت کے لیے اسے آگے بڑھانا ممنوع بکراہت تحریم اور واجب ومکروہ تحریمی دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح [2] (اور فساد لانے والی چیزوں کا دور کردینا زیادہ اہم ہے مصلحت والی چیزوں کے لے آنے سے)

عـلـہ

ہاں! اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے۔ تو جمعہ پڑھیں اور ظہر کا اعادہ کریں کہ وہ فرض ہے اور یہ [علـہ] فرض اہم ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل [3] (فتنہ قتل سے زیادہ بڑا جرم ہے۔)

---

[1] فتح القدیر باب صلوۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان ۱۴/۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح ، ادارہ دعوۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲۵/۱

[3] القرآن الکریم ۲۱۷/۲ علـہ یہ الفاظ بھی زاید ہیں ... ذو ...

علـہ یہ عبارت زاید ہے فتاوی رضویہ جدید جلد ششم صفحہ ۶۳۳ پر یہ الفاظ نہیں ہیں ... مسئلہ ... عف



سود لینا مطلقاً حرام ہے۔ مسلم سے ہو یا کافر سے۔ ہاں! اگر ڈاک خانے میں روپیہ جمع کرے اور ڈاک اس پر جو کچھ زیادہ دے۔ اسے سود کی نیت سے نہ لے۔ بلکہ یوں کہ ایک زیادہ برضائے مالک غیر مسلم بلا عذر ملتا ہے۔ تو لے لینا جائز (ہے) اور فقراء مسلمین پر اس کا صرف اولیٰ۔ والتفصیل فی فتاونا.

اسی بخار کی حالت میں چند اشعار تاریخ کے خیال میں آئے۔ اپنے حضرت اقدس والد ماجد قبلہ دامت برکاتہ العالیہ کی خدمت اقدس میں پیش کردیجئے۔

ع گر قبول افتد زہے عزوشرف

لفقیر عالم رحمہ      من امیر عالم من یلل
واھا لامر لم یتم      آھا لعمر لم یطل
الصبر یا ابا القاسم      الصبر مفتاح القفل
الصبر یا ابن الصادق      الصبر ینیل بل یعسل
الصبر شیمہ جدکم      ذالمصطفی ھادی السبل
اللہ ارحم منک بہ      وجدہ ختم الرسل
فجوارہ' خیر الجوارو      نزلہ خیر النزل
ماکنت الا حاضنا      صفت الحضانہ طب وقل
حمدا علی ما قد مضی      حمدا علی ما لم یزل
سل الرضا فی کم مضی      فتلوت لہ فی شعل (۱۳۳۰ ھ)

فقیر احمد رضا قادری [مہر] [1]

---

[1] ماخوذ از ماہنامہ "اہل سنت کی آواز" مارہرہ مطہرہ جلد سوم ص ۲۲-۲۳

نوٹ: یہ مکتوب تین جگہ منقول ومطبوع نظر سے گذرا۔ حوالہ مذکور میں خط کا پورا متن من وعن موجود ہے۔ جبکہ مفتی محمود احمد قادری کی "مکتوبات امام احمد رضا" ص ۲۵-۲۴ پر ناقص الآخر درج کیا گیا ہے۔ اور یہی مکتوب "فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور جلد ۶ ص ۶۳۲، ص ۶۳۳ پر دکھائی دیتا ہے اور یہاں ابتدائیہ واختتامیہ حذف کرکے محض صورت مسئلہ کا حصہ شامل کیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)

(۲)

از بریلی

۴ ر رمضان ۱۳۳۲ھ

حضرت صاحبزادہ والا دامت برکاتہم تسلیم مع التکریم

مخبر غیر ثقہ، جس نے وہ گھڑا ڈالنے کی خبر دی۔ اگر قلب پر اس کی بات نہ جمتی ہو۔ اس بیان میں اس کی مصلحت ہو یا اتنا لا ابالی ہو کہ محض بے سبب ایسے امور میں غلط باتیں کہتا ہو۔ جب تو کنوئیں کی نجاست ہی کا حکم نہیں، اور اگر تحری سے اس کی بات قلب پر جمے۔ تو حکم تطہیر ہے۔ مگر تطہیر بئر میں موالات شرط نہیں۔ اعتبار اس کنوئیں کے ڈول کا ہے۔ مگر یہاں کہ نزح کل منظور ہے۔ عدداً لحاظ دلو کیا ضروری ہے۔

ہاں! نصف ڈول نہ بھرنے میں اتنے بڑے ڈول کا کہ اس ڈول سے ڈھائی گنا ہے، بھرنا کافی نہ ہوگا۔ جب کہ اس کنوئیں کے ڈول کا نصف یا ایسے ڈول کا، جس میں صاع ماش آئے، بھر سکتا ہو، مگر اس سے پہلے جو سو پچاس ڈول نکالے گئے تھے۔ وہ غالباً اس کمی کے پورا کرنے کو کافی، بلکہ زائد ہوں۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جمیع مافیہ وقت وقوع النجاست کا اعتبار ہے۔ جب کہ بوجہ قرب نہر پانی اس کنوئیں میں ہر وقت آتا رہتا ہے۔ تو ختم پر جو زیادت رہی وہ اگر تازہ آئی ہوئی ہے، ملحوظ نہیں۔

مثلاً ما فیہ وقت الوقوع ہزاروں ڈول تھے۔ ہزار نکال دئے گئے۔ طہارت ہوئی۔ اگرچہ بعد اخراج بوجہ جریان امداد پھر ہزار کے ہزار موجود ہوں۔ غرض صورت مستفسرہ میں غالباً کنواں طاہر ہوگیا اور ان باتوں کا صحیح اندازہ جناب فرماسکیں گے۔ اگر چند دلو کا اشتباہ معلوم ہو۔ وہ چند اب نکلوادئے جائیں۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضوی مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۳/ ۲۸۴، ۲۸۵)



(۳)

از بریلی

۲۴ ر ذی القعدہ دوشنبہ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صاحبزادہ والا قدر بالا فخر حضرت جناب مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم، بعد تسلیم مع التکریم، ملتمس۔

والا حضرت سیدنا شاہ مہدی میاں صاحب قبلہ کے حکم سے ان عظیم بے فرصتیوں میں یہ کتاب فقیر نے بنائی۔ اغلاط شدیدہ و کثیرہ عظیمہ شرعیہ کا نکالنا تو لازم و واجب ہی تھا۔ حکم یہ ہوا کہ اشعار کی بھی اصلاح کر۔ جس سے بلا مبالغہ اتنی بڑی کتاب نظم اور اتنے کثیر حواشی از سرنو تصنیف کرنی ہوئی۔ بلکہ تصنیف جدید میں اس کی نصف محنت بھی نہ ہوتی، جو اس کے بنانے میں ہوئی۔

طبع اول کے ص ۱۲۳ تک کہ طبع جدید کے ص ۱۳۳ ہے۔ تمام اصلاحات کی نقل میں نے اپنے پاس رکھی۔ اور جناب چودھری صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ بعد تبییض یہاں پھر دیکھنے کو بھیج دیا کریں۔ جناب موصوف نے کچھ اجزا کاپی شدہ دیکھنے کو بھیجے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاح میں شدید تبدیلیں فرمادی ہیں۔ اس کے بعد مجھے چاہیے تھا کہ باقی کتاب واپس کرتا۔ مگر حکم حاکم سے چارہ نہ تھا۔ باقی کی بھی اسی محنت سے اصلاح کی اور چودھری صاحب سے عرض کر بھیجی کہ اب مبیضہ یہاں بھیجنے کی حاجت نہیں۔

یہ مسئلہ چادر وغیرہ کا جو حضرت نے دریافت فرمایا ہے۔ الحمد للہ کہ اسی صفحہ ۱۲۳ تھا۔ جسے میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ میری اصلاح یہ تھی اور یہ حضرت خود ملاحظہ فرمالیں گے۔ کہ طبع جدید میں اس کی کیا گت ہوگئی ہے۔ طبع اول کے ص ۸۵ و ص ۸۶ پر کہ اب ص ۹۲ تا ص ۹۴ ہے۔ اس میں یہی شعر "کچھ چڑھانا قبر پر یا چومنا الخ" کاٹ کر یہ بنایا تھا۔

سجدۂ قبر اور طواف باخضوع ☆ ان کے آگے جھکنا تا حد رکوع

طبع دوم میں وہی اپنا شعر رہا۔ یہیں میں یہ اشعار اضافہ کئے تھے۔

اولیاء سے استعانت ہے روا — وہ وسائل ہیں تیرے پیشِ خدا
معطی و مالک فقط اللہ ہے — واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسل کی طلب قرآن میں — وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیرِ عزیزی پارہ عم — لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیاء کرتے امدادِ بشر — جارحہ ہیں بہر امدادِ بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر — اپنی مشکل کرتے ہیں حل سب بشر
یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء — ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہی مقصود شہ عبدالعزیز — نذر عرفی ہے نہ شرعی اے عزیز
تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور — نذر کہتے ہیں اسے اہل شعور
فرق عرف و شرع سے غافل نہ ہو — کہہ نہ مشرک اہل اللہ کو
امتِ احمد کو جو مشرک کہے — خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر سے
اور سماع و عمل موتی مطلقا — اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتی
مردے مومن ہوں کہ کافر لا کلام — دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں مدام
اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث — ہے فنائے روح تو قولِ خبیث
وہ نہیں سنتے تو کیوں ان پر سلام — کیا شریعت چاہتے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سنتے ضرور — ہیں یہی موتی یہی من فی القبور
یہ بھی جب حق چاہے سنتے ہیں ندا — کیونکہ ان اللہ یسمع من یشا

ملاحظہ ہو طبع دوم میں ان کی کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ سخت افسوس مجھے ان اشعار کا ہوا کہ نعت شریف میں میں نے اضافہ کیے تھے۔ وہ یہ ہیں
حضرت علام کل بے شک و ریب — بخشا ہے انبیاء کو علم غیب



ان کو کرتا ہے مسلط غیب پر — اوروں کو ان کے توسط سے خبر
ان پہ کر دیتا ہے روشن لا کلام — ختم تک دنیا و مافیہا تمام
مصطفیٰ کو سب سے بخشا ہے سوا — ما یکون ماکان جس کا جز ہوا
علم مانے شبہ سے شیطاں کا وسیع — کس سے جز شیطاں ہو یہ کفر شنیع
علمِ غیب ان کا سا جو ثابت کرے — بچے پاگل جانور کے واسطے
وہ شقی مرتد عدو اللہ ہے — کافروں سے بھی سوا گمراہ ہے
جو کریں تنقیص شانِ شاہِ دیں — لعنۃ اللہ علیہم اجمعین
مصطفیٰ ہی ہیں قیامت میں شفیع — ہے انہیں کا حصہ یہ شانِ رفیع
فاتحِ باب شفاعت ہیں وہی — کہفِ اربابِ شفاعت ہے وہی
جو کبائر والے بے توبہ مریں — وہ کریم ان کی شفاعت بھی کریں
جو کہے اس دن کے وہ شافع نہیں — وہ ہے گمراہ و خبیث اے اہلِ دین
فضلہ خواران سگان اعتزال — بکتے ہیں ایسے بد اقوالِ ضلال
ان کی گمراہی سے تم منھ موڑنا — اپنے مولیٰ کا نہ دامن چھوڑنا
وہ نہ ہوں شافع ہمارے گر وہاں — کہیے ہم سوں کا ٹھکانہ پھر کہاں

ملاحظہ ہو کہ اس میں کتنا اور کیا باقی رہا۔ ان تمام اضافات پر حواشی تھے۔ جن میں ہر لفظ کا آفتاب سے زیادہ ثبوت تھا۔ وہ بھی اکثر حذف ہو گئے۔

اب حضرت اپنی مسئول عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اشاعت اولیٰ میں اس حاشیہ کی عبارت یہ تھی "ص ۵ ہوتی ہے مکروہ۔ الخ یعنی فاسق فاجر، نابینا اہل بدعت اور جاہل کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ولیکن بعض کے پیچھے مکروہ تحریمی اور بعض کے پیچھے مکروہ تنزیہی۔ یعنی اہلِ بدعت اور وہ جاہل جو قرأت توڑے اور ادھ کٹ حرفوں سے پڑھے۔ ان کے پیچھے نماز مکروتحریمی ہوتی ہے اور نابینا و فاسق کے پیچھے اگر وہ اہل بدعت اور جاہل نہ ہوں، تو نماز مکروتنزیہہ ہوتی ہے۔

اہل بدعت اور جاہل نہ ہوں، تو نماز مکروہ تنزیہہ ہوتی ہے۔ اہل بدعت کے پیچھے اس لئے کہ حضرت نے فرمایا: من احدث فی امرنا لیس منه فهو رد۔ (ترجمہ یعنی جس شخص نے نئی بات نکالی اپنی طرف سے بیچ دین ہمارے کے جو کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے۔) (مراد اس سے بدعت سیئہ ہے) پس وہ شخص یعنی بدعتی مردود ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا کل بدعة ضلالة۔ (یعنی بدعت گمراہی کا راستہ ہے) پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو۔ اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہئے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ قبروں کے سجدہ کرنے والے اور اہلِ قبور سے منت ماننے والے اور فرقہائے باطلہ مثل خوارج و جبریہ و قدریہ کے، اور وہ ان پڑھ جاہل جو کہ کتاب و سنت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہے اور پھر ترک تقلید کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ غرض یہ کہ جن باتوں پر صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہو چکا ہے۔ ان کے خلاف عقیدہ رکھنا یہی بدعت ہے۔

اس فقیر نے یوں بنایا تھا:

ص ۵ پچھلے دو الخ یعنی جاہل اور نابینا اور ولد الزنا اور غلام و فاسق اور اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ لیکن اگلے چار کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور پچھلے دو کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ جبکہ وہ فاسق معلن ہو۔ یعنی اس کا فسق ظاہر اور مشہور ہو۔ ورنہ اس کے پیچھے بھی مکروہ تنزیہی ہوگی اور جب کہ اس مبتدع کی بدعت و بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچی ہو۔ ورنہ اس کے پیچھے نماز باطل محض ہوگی۔ جیسے آج کل روافض و وہابی و نیچری و قادیانی و چکڑالوی کہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں اور غیر مقلد، حدیث میں فرمایا کل بدعة ضلالة ترجمہ! یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور اس سے مراد بدعت سیئہ ہے۔ پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو۔ اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ بدعت سیئہ دو قسم ہے۔ عملی اور اعتقادی۔ عملی جیسے علم، تعزیے اور قبروں کو



سجدہ اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ و خوارج و جبریہ و قدریہ وغیرہ۔ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیے غرض جن باتوں پر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ پھر ان میں جن کی بدعت حد کفر کو نہ پہونچی۔ جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ورنہ باطل محض۔

اب اشاعت ثانیہ میں جس طرح کر لیا گیا ہے۔ وہ پیش نظر ہے اسی طرح بے شمار تبدیلات ہیں۔ اشعار میں بھی۔ پھر اسی قسم کی اغلاط نے عود کیا ہے۔ ص ۱۲۳ کے بعد کی اصلاحات یہاں نہ رہیں اور یہ کتاب مطابق اصلاح فقیر کوئی صاحب چھاپیں، تو کتاب ثالث ہوگی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ اغلاط شرعیہ وشعریہ سے پاک ہے [1]

حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال جب ہی خیال میں آ گئی تھی۔ معروض ہے۔

نحو لقاء جده — ام ظهور حيدر
حن الى الجنان اذ — ثم ظهور حيدر
قيل متى هذا السفر — هم ظهور حيدر
قلت لان بقى السنة — تم ظهور حيد
۱۳۳۲ — ۱۳۳۳

[1] یہ مکتوب حضرت مولانا چودھری عبدالحمید مرحوم رئیس سہاور، سہارنپور کی کتاب ''کنز الآخرۃ'' سے متعلق ہے۔ کیونکہ خود حضرت مولانا چودھری نے بھی مارہرہ کے ایک سید صاحب کے حوالے سے ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ کو امام احمد رضا سے استفسارات کیے ہیں۔ جو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص ۸۰ تا ۸۵ پر سوال و جواب کی صورت میں مطبوع ہیں۔ دونوں مکتوب کے مسائل و مباحث یکساں ہیں۔ مولانا چودھری کا امام احمد رضا سے گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے مسئلہ اذان ثانی میں ان لفظوں سے تصدیق کی ہے ''جناب مولانا احمد رضا خان صاحب نے جو اس (اذان ثانی) کو خارج مسجد کہنا سنت لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے اس میں کچھ شک نہیں کرنا چاہیے...... ہمارے یہاں اور قرب و جوار میں اسی مسئلہ پر عمل درآمد ہے۔
(دبدبۂ سکندری رام پور ۲ نومبر ۱۹۱۴)

بدایوں کے ''رسالہ تناسخ'' اور رسالہ ''حدوث و قدوم'' پر جو الفاظ نیاز مند نے لکھے تھے۔ ان کی نقل حاضر ہے۔ مولانا کے خط کی نقل اگر بدایوں سے مل گئی ہو، تو میں بھی دیکھتا۔

بوالا خدمت حضرت جناب سیدنا شاہ ابوالقاسم حاج سید اسماعیل حسن میاں صاحب قبلہ،

تسلیم و معروض

رسالہ '' ہزار ضرب اقوی'' جس میں مولوی عبدالغفار خاں صاحب کے چوتھے رسالے ''آثار المبتدعین'' پر کامل ایک ہزار رد ہیں۔ تین چار روز میں ان شاء اللہ طبع ہو جائے گا۔ بعونہ تعالٰی حاضر کیا جائے گا۔ کلکتہ والوں کا رد حاضر ہے۔ حسب تحریر اسماء تقسیم فرما دیا جائے۔

فقط [1]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۱۴۳ تا ۱۴۶)

---

[1] مکتوب کا یہ حصہ گو سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی کے نام ہے۔ مگر یہ بطور نوٹ اس خط کے آخر میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے یہیں رہنے دیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)



(۴)

از بریلی

(۱۳۳۳ھ)

حضرت گرامی دامت برکاتہم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا۔ شب بستم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا۔ ان کے تیسرے دن بست و دوم ذی الحجہ یوم الخمیس وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضا خاں مرحوم [1] نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دو روز علیل رہ کر مفارقت کی۔ اب شب بست و پنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثا بعد مغرب میرے احب احباب و اعز اصحاب جو ان صالح ورع متقی محب اہلِ سنت عدو بدعت و اہلِ بدعت سنی مستقل مستقیم قائم مصداق۔ لا یخافون لومۃ لائم [2] دلاور حسین خان مرحوم مغفور ساکن جواہر پور نے بعمر ۳۷ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغِ فراق دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون و انا للہ و انا علیہ راجعون و انا للہ و انا الیہ راجعون.

للہ ما اخذ و ما اعطی و کل شیء عندہ باجل مسمی. اللھم اغفرلنا و لھم

---

[1] ۱۸ سالہ جوان صالح مولانا فاروق میاں، امام احمد رضا کے بھتیجے استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے بیٹے ستر ہ ۱۷ سال کی عمر میں بعارضہ وبائی داعی اجل کو لبیک کہا۔ فاروق میاں عجیب انسان تھے۔ ایسے ذہین اور طبیعت دار اگر ہماری قوم میں بکثرت پیدا ہوں تو شکایات جہل ایک قلم رفع ہو جائیں۔ کتب درسیہ قریب الختم تھیں۔ عجیب بات تھی اس نوجوان صالح میں ۱۳ رنومبر ۱۹۱۴ء کو دن کے گیارہ بجے ان کی تدفین عمل میں آئی۔ امام احمد رضا کا صبر استقلال بھی عجب تھا۔ ان پیہم موتوں کے بعد بھی وہ پیکر صبر و شکر بنے اور اپنے معمولات کے پابند رہے۔ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ پڑھایا۔ خطبہ دیا۔ بعد نماز وعظ فرمایا۔ اور سائلین کے جوابات مسائل بتائے نہ کوئی غم اور نہ کوئی پریشانی کا اثر۔ بالیقین امام احمد رضا مومنانہ خصال و کردار کے حامل تھے۔ (دبدبہ سکندری رام پور ۱۶ رنومبر ۱۹۱۴ء)

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

وارحمنا وارحمهم والا تحرمنا اجورهم ولا تفتنا بعدهم وارحم المسلمين والمسلمات جميعاً يا ارحم الراحمين. آمين بجاه من ارسلته رحمة و بعثته نعمة صل وسلم وبارک علیه مع الاهل و الصحب والامة عدد کل خلق و کلمة. آمين. والحمد لله رب العلمين.

فتوئ کہ فقیر نے کوٹہ بھیجا تھا۔ اس کی نقل حاضر ہے۔ اس کے کون سے حرف میں ان کے لیے حکم کفر سے نجات ہے۔ اس میں دو شقیں کیں۔ اول یہ کہ یہ کلمات دل سے کہے۔ اس پر یہ لکھا کہ، ''جب تو اس کا کفر ایسا واضح نہیں، جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکتا'' اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے۔ تو کفر ایسا واضح نہیں۔ جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے۔ نہ یہ کہ دل سے نہ کہے، تو کفر ہی نہیں۔ کفر ضرور ہے۔ اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے۔ بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ دل سے نہ کہے۔ جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کرسکے۔ کسی اہل علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقیناً نہیں امکاناً۔ یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے۔ تو اتنا احتمال بھی نہیں۔

دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لیے استعمال کئے، دل سے ان کلماتِ ملعونہ کو پسند نہیں کرتا۔ یہی وہ عذر ہے۔ جو وہ اب بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیان سے پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ، ''دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے'' جب اس کے ساتھ وا[illegible] جملے تھے۔ جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں، تو وہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انہیں نہ سوجھے۔ اور کرے حملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عشق اور ویدک دھرم کے لئے بے چین اور آریہ ہونے کو عزت وفخر و سرفرازی جاننے والا ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ انہوں نے ایک نہ سنی اور عاشق بے چین کو عزت و فخر و سرفرازی سے محروم رکھا۔ اگر وہ ذرا



بھی دھوکا کھاتے۔ تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑے کا وعظ اور اتنے اونچے عالی اہلی خاندان سے اور سو روپے ماہوار کی جائداد کی بھی دکھائے، شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے، لیتے، پان پوجتے، ڈنڈوت کرتے، کندھوں پر چڑھا کر سر بازار باجا بجاتے، گروکل لے جاتے۔ اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے، مگر انہوں نے منھ بھی نہ لگایا، ایمان بھی گیا اور دھوکہ بھی نہ ہوا۔

حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا۔ کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے۔ مگر یہ اس کافر ملعون ابد کے دھوکے میں آ گیا اور بفرض غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے؟ جس کے سبب کھلے کفر بکے۔ وقل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر [1]۔ کیا بلا ضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ جب کہ دل سے نہ ہو؟ اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے۔ ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب قل اباالله وايته و رسول كنتم تستهزؤن لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم [2]۔ یہیں سے رضا مندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہوگیا۔ کہ ہزل استہزا میں بھی رضا بالحکم نہیں ہوتی، ورنہ جد ہو، نہ ہزل۔ ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے۔ انه تكلم بالسبب قصدا فيلزمه حكمه وان لم يرض به [3] اور بفرض غلط اگر دھوکہ دینا ضرور بھی ہو تو، ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی۔

یوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں، انھیں بھی کہیئے کہ کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا۔ یہاں وہ ضرورت معتبر ہے کہ حد اکراہ شرعی تک پہونچی۔ اور یہ بداہۃً ظاہر ہے کہ دھوکہ دینا ضروری بھی سہی، تو حد اکراہ تک کسی طرح نہیں پہونچ سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/۲۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۵

کیا قائل اگر دھوکہ نہ دیتا، تو کوئی اسے قتل کردیتا یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا۔ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہونچتا۔ تو یقیناً اس نے بلا اکراہ وہ کلماتِ کفر بکے، اور واحد قہار عز جلالہ نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثناء فرمایا ہے، کہ ارشاد فرماتا ہے: الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان [1] یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی نقصان نہ پہونچتا تھا۔ ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا۔

اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں۔ بلکہ حقیقتاً خود کفر خالص ہیں۔ تو قطعاً دل کھول کر کفر بکنا ہوا اور یہ یقیناً بنص قطعی قرآن کفر ہے۔ ولہذا جو بلا اکراہ کلمہ کفر بکے، بلا فرق نیت مطلقا قطعا یقیناً اجماعا کافر ہے۔ عورت اس کی نکاح سے فورا نکل جاتی ہے۔ جب تک از سر نو اسلام نہ لائے اور اپنے ان کلمات ملعونہ سے برأت و توبہ صادقہ نہ کرے، ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر اسلام لے آئے، توبہ کرلے اور پھر نکاح سابقہ کی بناء پر عورت کو زوجہ بنائے، تو قطعاً زنائے خالص ہے۔

فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ عالمگیری میں ہے: رجل کفر بلسانہ طائعا و قلبہ علی الایمان یکون کافرا او لا یکون عند اللہ تعالیٰ مومنا [2] حاوی میں ہے: من کفر باللسان و قلبہ مطمئن بالایمان فھو کافرا و لیس بمومن عنداللہ تعالیٰ [3] جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے: من کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطئن بالایمان کان کافرا عندنا و عنداللہ تعالیٰ [4] شرح فقہ اکبر میں ہے: اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق عدما و وجودا فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من

[1] القرآن الکریم ١٦/١٠٦
[2] فتاویٰ ہندیہ باب المرتد نورانی کتبخانہ، پشاور ٢/٢٨٣
[3] حاوی
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی، بیروت ١/٦٨٨



اظہارہ کان کافرا و ما اذا زال تمکنہ من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا [1] طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے: حکمہ ای التکلم بکلمۃ الکفر طوعا ای لم یکرہ احد من غیر سبق لسان الیہ احباط العمل و انفساخ النکاح [2]

یہ شرح ہے، میرے ان الفاظ کی۔ کہیئے اس میں کون سے ان کے مفر ہے۔ ہاں! اللہ مجھے معاف کرے۔ اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا۔ جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا۔ وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں، جو سختی سختی پکارتے ہیں۔ زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ ایک بات اور بھی قابل گزارش ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ان اعملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر و العلانیہ بالعلانیۃ. رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ بسند حسن [3]

علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور انھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ١٤/٥٩٧ تا ٦٠٢)

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر باب الایمان ھو الاقرار و التصدیق مصطفیٰ البابی مصر ص ٨٦
[2] الحدیقۃ الندیہ باب کلمۃ الکفر مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور ٢/٩٨_١٩٧
[3] (الف) المعجم الکبیر حدیث: ٣٣١ مکتبۃ الفیصلیہ، بیروت ٢٠/١٥٩
(ب) کنز العمال حدیث: ١٥١٨٠ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ٤/٢٠٩

(٥)

از بریلی

٥ / جمادی الاولی ١٣٣٣ھ

حضرت گرامی دامت برکاتہم ، بعد ادائے تسلیم، معروض

یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے۔ بلکہ صریح کفر ہے۔ اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر اور تاویل کہ اس نے بیان کی۔ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی۔ وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے۔ اس کو علم تو تھا۔ یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے، جس کی اسے خبر نہیں۔ تو اب دوسرا کفر ہوگیا۔ ایک نفی علم مولیٰ عزوجل ، دوسرا ملائک کی طرف براہ غلط خلاف حکم کرنے کی نسبت۔

اور اگر بفرض باطل اس سے قطع نظر بھی ہو، تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے۔ یہ کیا کفر نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ !! و یفعلون ما یؤمرون [1] وقال تعالیٰ: لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون [2] اس پر فرض ہے کہ تائب ہو کر اسلام لائے۔ اگر شوہر رکھتی ہے، تو تجدید نکاح کرے۔ [3]

(فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ١٤/ ٦٠٢ـ٦٠٣)

---

[1] القرآن الکریم ١٦/ ٥٠

[2] القرآن الکریم ٢١/ ٢٧

[3] مکتوب الیہ نے یہ سوال کیا ہے کہ ''ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا کہ ''اللہ میاں کو خبر نہیں ، فرشتہ آئے روح نکالنے کو'' وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبض روح کا دیا تھا۔ یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آ گئے۔ یہ مراد نہیں لیا تھا کہ معاذ اللہ ، اللہ میاں جاہل ہیں۔ اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟''



(٦)

از بریلی

١٧/ شوال ١٣٣٦ھ

حضرت والا آداب!

میرے اس بیان میں دو دعوے ہیں۔ ایک یہ کہ طواف تعظیمی غیر کے لئے حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عزت کے لیے بھی اگر کعبہ معظمہ و صفا و مروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا، تو ناجائز ہے۔ اول کا ثبوت عبارات منسک و مسلک میں اور دوم کا یہ بیان کہ تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنی ہے۔ جس کی تصریح ائمہ نے فرمائی ہے کہ افعال حج تعبدی ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ اس گزارش سے دونوں سوالوں کا حل ہوگیا۔ [1]

(فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ)

(فتاوی رضویہ، طبع بمبئی ٩/ ٣٤٨)

---

[1] مکتوب الیہ امام احمد رضا کے ایک فتوے سے متعلق دو چیزیں دریافت کرتے ہیں:
(i) جناب فرماتے ہیں کہ نفس طواف تعظیم امر تعبدی ہے۔ امر تعبدی سے یہاں کیا مراد ہے اور پھر اس تعظیم سے امر تعبدی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ (ii) تعظیم سے مراد مطلق تعظیم ہے تو تعظیم قبر کے امر تعبدی ہونے کا ثبوت درکار ہے۔ اور تعظیم الٰہی مراد ہے تو اس کے تعبدی ہونے سے تعظیم قبر کے لئے طواف کیسے ممنوع و بدعت ٹھہرے گا؟

(۷)

از بریلی

۲۰ رشوال ۱۳۳۶ھ

حضرت والا تسلیم!

یا کتاب نا معتمد ہو یا اس سے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو۔ ورنہ کتب اما
محمد یا مسندات کے سوا تمام متون وشروح و فتاوی ردی ہو جائینگے۔ منسک و مسلک ضرور کتب
معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے۔ بلکہ مذہب کتب مذہب میں اس کا خلاف
کس کس نے کیا اور نہیں تو بجہ رد کیا ہے؟ [۱] فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۹/ ۳۴۸)

(۸)

از بریلی

۹ رجمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بوالا ملاحظہ حضرت با برکت حامی سنت جناب مولانا مولوی حافظ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔ التسلیم مع التعظیم۔

نیاز مند پیلی بھیت گیا ہوا تھا کل جمعہ کو واپس آیا۔

(۱) حدیث من مات و لم یعرف ان لفظوں سے نہیں۔ہاں! صحیح مسلم میں یوں ہے!

[۱] مکتوب الیہ عرض گذار ہیں کہ " مسئلہ طواف تعظیم قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ ہیئت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہیے۔ جب تک کہ شرع سے کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک و منسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے۔



من فارق الجماعة شبرا فمات فميتة جاهلية. [۱]

(۲) حدیث لو كنت مستخلفاً ترمذی و ابن ماجہ میں بسند ضعیف ہے اور تورپشتی وطیبی وعلی قاری و شیخ محقق دہلوی و شارح جامع صغیر علامہ مناوی نے تصریح کی کہ : المراد تاميره على جيش بعينه و استخلافه في امر من الامور حال حياته لا الخلافة لان الائمة من قریش۔ امام تورپشتی وغیرہ نے فرمایا: لا يجوز حمله الا على ذالک۔

(۳) لو كان سالم مولى حذيفة بن اليمان حيا لا ستخلفه۔ سائل معترض نے براہ خطا وضع کی ہے۔ نہ سالم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مولا تھے۔ نہ حذیفہ کا کوئی مولی سالم۔ بفرض صحت قطعا اس کی وہی مراد ہے جو حدیث ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

(۴) من أتاكم و امركم جميع۔ صحیح مسلم میں ہے۔ مگر یوں: سيكون هنات و هنات فمن أراد أن يفرق أمر هٰذه الامة وهى جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان [۲] یایوں: من أتاكم و امركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم و يفرقوا جماعتكم فاقتلوه [۳] لمعات میں ہے ای ادفعوا من خرج على الامام بالسيف وان كان اشرف و أفضل و ترونه أحق و افضل۔

تو کلام خروج علی الامام میں ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ جہاں امام نہ ہو۔ اسی صحیح مسلم میں حکم یہ ہے: قلت فان لم يكن لهم جماعة و لامام قال فاعتزل تلك الفرق كلها۔ حدیث اول اگر اسی لفظ سے ہو، جو سائل نے نقل کیے۔ تو معرفت فرع وجود ہے۔ یعنی جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا، باعث موت جاہلیت ہے۔ یہ اس سے کیونکر مفہوم

[۱] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب وجوب ملازمۃ جماعت المسلمین الخ۔
[۲] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔
[۳] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔

(۷)

از بریلی

۲۰ رشوال ۱۳۳۶ھ

حضرت والا تسلیم!

یا کتاب نا معتمد ہو یا اس سے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو۔ ورنہ کتب امام محمد یا مسندات کے سوا تمام متون و شروح و فتاوی ردی ہو جائینگے۔ منسک و مسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے۔ بلکہ مذہب کتب مذہب میں اس کا خلاف کس کس نے کیا اور نہیں تو وجہ رد کیا ہے؟ [1] فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۹/ ۳۴۸)

(۸)

از بریلی

۹ رجمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بوالا ملاحظہ حضرت با برکت حامی سنت جناب مولانا مولوی حافظ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔ التسلیم مع التعظیم۔

نیاز مند پیلی بھیت گیا ہوا تھا کل جمعہ کو واپس آیا۔

(۱) حدیث من مات و لم یعرف ان لفظوں سے نہیں۔ ہاں! صحیح مسلم میں یوں ہے!

[1] مکتوب الیہ عرض گذار ہیں کہ" مسئلہ طواف تعظیم قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ ہیئت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہیے۔ جب تک کہ شرع سے کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک و منسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے۔



من فارق الجماعة شبرا فمات فميتة جاهلية. [1]

(۲) حدیث لو کنت مستخلفاً ترمذی و ابن ماجہ میں بسند ضعیف ہے اور تورپشتی و طیبی و علی قاری و شیخ محقق دہلوی و شارح جامع صغیر علامہ مناوی نے تصریح کی کہ: المراد تامیره على جيش بعينه و استخلافه فى امر من الامور حال حياته لا الخلافة لان الائمة من قریش۔ امام تورپشتی وغیرہ نے فرمایا: لا يجوز حمله الا على ذالک۔

(۳) لو كان سالم مولى حذيفة بن اليمان حيا لا ستخلفه۔ سائل معترض نے براہ خطا وضع کی ہے۔ نہ سالم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مولا تھے۔ نہ حذیفہ کا کوئی مولی سالم۔ بفرض صحت قطعا اس کی وہی مراد ہے جو حدیث ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

(۴) من أتاكم و امركم جميع۔ صحیح مسلم میں ہے۔ مگر یوں: سيكون هنات و هنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الامة وهى جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان [2] یایوں: من أتاكم و امركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم و يفرقوا جماعتكم فاقتلوه [3] لمعات میں ہے ای ادفعوا من خرج على الامام بالسيف وان كان اشرف و أفضل و ترونه أحق و افضل۔

تو کلام خروج علی الامام میں ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ جہاں امام نہ ہو۔ اسی صحیح مسلم میں حکم یہ ہے: قلت فان لم يكن لهم جماعة و لامام قال فاعتزل تلك الفرق كلها۔ حدیث اول اگر اسی لفظ سے ہو، جو سائل نے نقل کیے۔ تو معرفت فرع وجود ہے۔ یعنی جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا، باعث موت جاہلیت ہے۔ یہ اس سے کیونکر مفہوم

[1] صحیح مسلم جلد۲ ص ۱۲۸ باب وجوب ملازمۃ جماعت المسلمین الخ۔
[2] صحیح مسلم جلد۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔
[3] صحیح مسلم جلد۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔

ہوا کہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی امام ہوگا۔ یہی معہٰذا حدیث متواتر کے مقابل آحاد سے استناد سخت جہالت اور اجماع کے رد میں بعضے اشارات سے اپنے استنباط پر اعتماد اشد ضلالت۔ یہ جہال حدیث: ان امر علیکم عبد مجدع یقر کم بکتاب الله فاسمعوا له و اطیعوا۱۔ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور قید قرشیت درکنار قید حریت بھی اٹھانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس سے مراد یہ کہ خلیفہ کسی شہر پر غلام کو والی کردے، تو اطاعت واجب ہے، نہ کہ خود غلام خلیفہ ہو۔

مرقات وغیرہ میں ہے۔ ای ان استعملہ الامام الاعظم علی القوم لا أن العبد الحبشی ہو الامام الاعظم فان الائمة من قریش۔ اُقول! حدیث سے بہتر تفسیر حدیث کیا ہوگی۔ خود حدیث نے اس معنی کی تصریح فرمائی۔ حاکم صحیح مستدرک اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین مولا علی سے راوی۔ الائمة من قریش و ان أمرت علیکم قریش عبداً حبشیا مجدعا فاسمعو اله واطیعوا۔ ۲

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوٰی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۵۷۔ ۲۵۸)

---

۱ (الف) جامع ترمذی جلد ا ص ۳۰ باب ما جاء فی طاعة الامام۔
(ب) ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۱۱ باب طاعة الامام۔

۲ کنزالعمال جلد ۱۳ ص ۲۰۔



(۹)

از بریلی

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

حضرت بابرکت دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ

یہ حدیث سیدنا ابو ذر علیہ الرحمة والرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے: قلت یا رسول الله ای الأنبیاء کان أول قال آدم قلت یا رسول الله و نبی کان قال نعم نبی مکلم۱ اور نوادرالاصول تصنیف امام حکیم الامة ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعا یوں ہے: أول الرسل آدم و آخرہم محمد علیہ و علیہم افضل الصلوة والسلام۔۲

والا نامہ کل یک شنبہ کو بعد روانگی ڈاک ملا۔ ورنہ کل ہی جواب حاضر کرتا۔ والتسلیم

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوٰی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۶۳)

(۱۰)

از بریلی

۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا با برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا۔ بعد اس کے رد ندوۂ مخذولہ میں بریلی،

---

۱ مسند امام احمد جلد ۶ ص ۲۲۶

۲ کنزالعمال جلد ۱۲ ص ۱۰۶

بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے۔ تعظیم بدمذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کردی گئی۔ یہاں تک کہ ''فتاوے الحرمین'' شائع ہوا۔ اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کی باقی نہ رہ گئی ہے۔ جس کو شک ہے۔ وہ ان رسائل اور ''فتاوے الحرمین'' کی طرف رجوع لائے۔ وہ بھی عام بدمذہبوں کے لئے تھا، نہ کہ خاص مرتدین۔ اس کے لئے اسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔ تبجیل الکافر کفر۔[1]

(فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ)　　　(احکام شریعت، مکتبہ نعیمیہ سنبھل یوپی ص ۳۰۵)

(۱۱)

از بریلی

۳۰ ؍ رجب ۱۳۳۹ھ

حضرت والا عظیم البرکت دامت برکاتہم العالیہ، تسلیم مع التعظیم

یہاں طرز ادا دو ہیں، اول ہم نے یہ کام نفع زید کے لئے کیا۔ ورنہ ہمیں کیا غرض تھی۔ دوم اور کیا غرض تھی؟ اول میں اپنی غرض کی نفی مطلق ہے اور ثانی میں اس غرض کا اثبات اور غرض دیگر کی نفی۔ شعر میں طرز اول ہے، نہ دوم، تو اس میں مطلقاً نفی غرض ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ فعل اختیاری کے لئے مصلحت یا غرض ضرور ہے۔ ورنہ عبث ہوگا اور مولیٰ تعالیٰ عبث سے پاک ہے۔ اس کے افعال مصالح سے مملو ہیں اور اغراض سے منزہ، وہ مصالح بھی راجع بعباد ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مصلحت و مفسدات سے پاک۔ مداح مرحوم مصلحت کا اس میں حصر کرتا ہے۔ لحدیث: خلقت الخلق لاعرفهم كرامتك و منزلتك عندی و لولاك ما خلقت الدنيا[2] رواه ابن عساكر عن سلما الفارسی۔

تو عرض کرتا ہے کہ مصلحت یہ تھی۔ ورنہ کیا کوئی غرض تھی کہ اگر غرض و مصلحت دونوں نہ ہوں، تو عبث لازم آئے اور وہ محال ہے۔ لیکن مولیٰ تعالیٰ غرض سے پاک ہے۔ لا جرم یہی مصلحت تھی۔

(فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۵ / ۳۰۸ ۔ ۳۰۹)

---

1. بدمذہب و بدعقیدہ استاذ کی تعظیم جائز ہے یا نہیں۔ پوچھا گیا ہے۔
2. مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر ما خص بہ و شرف بہ من بین الانبیاء، دارالفکر، بیروت ۲/ ۱۳۷



(۱۲)

از بھوالی نینی تال

۲۲ ؍ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم الله الرحمٰن الرحيم　　　نحمده و نصلى على رسوله الكريم

عبدالباری کے توبہ نامہ کے بعد ۱۵ ماہ مبارک سے ان سے سلسلۂ مکاتب جاری ہوا۔ دونوں تو ان سے یہی پوچھا گیا کہ میری اس تحریر میں کون سا لفظ تکبر تھا، جس پر آپ نے پیکر تکبر ٹھہرالیا، اور مجھ سے خطاب کو معاذ اللہ حق کی بے غیرتی ٹھہرایا۔ بغلیں جھانکا کیے اور کچھ نہ بنا کہ۔ کچھ ہوتا، تو بتاتے۔ آخر یوں ٹالا۔ بات شروع کیجئے بعد ختم مفاہمہ بتاؤں گا اور ساتھ ہی لکھا کہ میں سندھ کو جاتا ہوں۔ میں نے تار دیا کہ اصل بحث شروع کرتا ہوں، کہاں بھیجوں۔ آپ سندھ کب جائیں گے اور کب آئیں گے۔ اس کا جواب ان کے یہاں سے کسی نے تار دیا کہ وہ کراچی گئے۔ اب انتظار کرنا پڑا۔ میری وہ تحریر جس پر انھوں نے وہ ناپاک احکام تکبر کے لگائے تھے۔ ان پر رد شدید تھی اور جواب ناممکن تھا۔ لہٰذا اس حیلہ کاذبہ کی آڑلی۔ مجھے تو اندیشہ ہوا کہ وہ تو قلیل رد تھے۔ اب کثیر وافر کروں گا۔ پھر کہہ دیں گے۔ پیکر تکبر سے طالب حق کی بے غیرتی سمجھتا ہوں، بات ہاتھ سے جائے گی۔ ہدایت کی طرف جھکے ہیں۔ پھر اس حیلۂ کاذبہ سے چراغ پا ہو جائیں گے۔

لہٰذا بار بار بتکرار باصرار نہایت تواضع و تذلل کے لہجہ میں دریافت کیا، کہ وہ طریقہ تخاطب بتا دیجئے، جسے آپ تکبر نہ سمجھیں اور میں قابل خطاب اور میرا کلام لائق جواب

رہے۔ مگر کسی طرح نہ بتایا، صرف اتنا کہا کہ جس شفقت و فراست سے جناب نے اب کلام فرمایا ہے۔ میں نے گذارش کی کہ اس کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ جس انتہائے تذلل کے ساتھ اب ہم سے کلام کیا ہے، ایسا ہی ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ وہ خط رد تھا اور اس میں رد نہیں۔ لہٰذا یہ تکبر نہیں۔ پہلی مراد پر میرا نہیں، بلکہ آپ کا تکبر ثابت ہوگا کہ ہم سے یوں بات کرنا چاہیے، اور دوسری تقدیر پر بالکل درمفاہمہ بند کرتی ہے کہ آگے جو کچھ ہوگا، آپ پر رد ہی ہوگا۔ غرض ان سے لکھوا چھوڑا کہ میں رد کو تکبر نہیں سمجھتا۔ اور اسی ضمن میں ان سے چار عہد واثق لئے۔

(۱) جہاں حرج شرعی ثابت ہوگا قبول کیا جائے گا۔ مخاصمانہ مدافعت مقصود نہ رہے گی۔

(۲) رفع الزام کو کوئی حقیقت واقعہ نہ چھاپی جائے گی۔ (۳) بعد صحت اصل مراد زوائد سے کام نہ ہوگا۔ (۴) بعد وضوح حق کسی خاطر رعایت لحاظ کو اس پر ترجیح نہ ہوگی، بلکہ کونوا قوامین بالقسط شہداء لله ولو علی انفسکم۔

انھوں نے اگر مگر کے بعد لکھدیا کہ چاروں عہد قبول واللہ علی مانقول وکیل۔ مگر ایک آن کو بھی کسی عہد پر قائم نہ رہے، ہمیشہ اس پر تنبیہ کی، ملتفت نہ ہوئے۔ اس کے بعد باذنہ تعالیٰ بارہ ذی القعدہ کو مباحث کا پہلا خط کے ۲۰×۲۶ کی تقطیع کہ دو جز پر آیا۔ جس میں اصالتاً ان کے صرف تین کفروں پر بحث اور ضمناً ان کے اور بہت کفروں، ضلالتوں، جہالتوں کا ثبوت تھا۔ اس خط کو دیکھنے کی انہیں بہت جلدی تھی۔ کراچی سے واپس آتے ہی تار کردیا کہ میں آگیا۔ سرفراز نامہ کا انتظار ہے۔

میں نے جواب دیا کہ اسی وقت سے میں نے لکھوانا شروع کردیا۔ کل اتوار ہے، پرسوں رجسٹری بھیجوں گا۔ رجسٹری میں ایک دن کی دیر ہوگئی۔ تو فوراً شتاب زدگی کا خط آیا کہ رجسٹری کا انتظار ہے۔ ان کا یہ خط یہاں پہنچا بھی نہ تھا کہ وہ میرا قاہر خط ان کو پہنچ گیا۔ ''ابانۃ المتواری'' وغیرہ کے کثیر تجربے بھلا کر سمجھے یہ تھے کہ ان کی کمیٹی کی سی بات ہوگی۔ کسی نے کچھ



کہی، اس پر شیم شیم ہوئی، اس نے واپس لی۔ یا ان جیسے فضلائے بے علم کے مناظرے کہ جانبین کی بات بھیڑ کی لات۔ اسے دیکھا کہ یہ بعونہ تعالیٰ الٰہی صاعقے تھے۔ کڑے بادل گرجے، احمدی کچھار کے شیر گونجے۔ سمجھے کہ ھٰذا لا یطاق ھٰذہ نفخۃ یوم التلاق۔

الا یا ایھا الگاندھی ادرکا ساونا و لھا
کہ بحث آساں نمود اول و ے افتد مشکلھا

اب صاف پلٹ گئے کہ میں نے تو رد کو تکبر کہا تھا۔ تم نے تکبر نہیں بنالیا۔ میرے خط ۶۲ نمبر کے ایک حرف کا اصلاً جواب نہ دیا اور بحمدہ تعالیٰ نہ دینے کے قادر تھے۔ ایک بالائی مہمل بات انھوں نے پہلے لکھی تھی کہ آپ کی نسبت لوگ مشہور کرتے ہیں کہ بالائی باتوں میں وقت گذاردیتے ہیں۔ اس کا جواب میں نے اس خط میں لکھا تھا کہ المرجفون فی المدینہ کو کہہ دیجے۔ ستکتب شھادتھم ویسئلون ۔ ہم اور آپ مفاہمہ میں مشغول ہوں۔

اپنے تمام کفروں، ضلالتوں میں ایک کو بھی ہاتھ نہ لگا کر اس بالائی بات پر یہ اعتراض کیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق جانتے تھے، کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کفار کے حق میں اتریں، مسلمانوں پر ڈھالیں۔ اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ جس آیۃ میں کسی وصف خاص بکفر کا بیان ہو یا حکم خاص بکفر ارشاد ہو۔ خوارج انہیں مسلمانوں پر ڈھالتے تھے۔ اور یہی آج تمام وہابیہ کررہے ہیں۔ ورنہ آیات کے ایسے اقتباس صحابہ وائمہ سے ثابت۔ دور کیوں جایئے اپنے ہی گھر میں دیکھیے، ان کے اور ان کے بھائی مولوی عبدالحئی کے فتاوے سے دس مثالیں لکھ دیں کہ جو آیات دربارۂ کفار تھیں۔ مسلمانوں پر ڈھالیں اور خود ان کے فتاوے کے گیارہواں مقام بعینہ رنگ خوارج کا بتایا، جس میں خاص اور صاف کفر کو سنی مسلمانوں پر ڈھالا تھی اور پوچھا کہ اب خارجیت کی باتیں کہیئے۔

ایک گلی یہ چلے کہ مجھ سے سوال کا آپ کو حق نہیں۔ اس کے تین جواب دیئے گئے اور بتادیا گیا کہ اس اصطلاح مناظرہ کا کوئی سوال میں نے آپ سے نہیں کیا ہے۔ آپ گھبرائیں

نہیں۔ میں آپ کو مدعی بنانے کی مصیبت میں نہ پھنسوں گا۔ ایک گلی یہ چلے کہ ایک سو ایک الزام جو مجھ پر رکھے ہیں۔ ان کو آپ ثابت تو کیجیے کہ میں نے کیے ہیں۔ حالانکہ میں تحریر مفصل میں ان کے تمام اقوال کا حوالہ مع نشان صفحہ دے چکا تھا۔ اس حیلۂ کاذبہ پر بکمال وقاحت یہ دعویٰ کردیا کہ میں نے سب کا اسلام برائے نام کب بتایا؟ میں نے تو اتنا کہا ہے کہ ''اب اس میں، میں ہوں یا آپ الخ یہاں سے اپنی عبارت جو حضرت کو لکھی تھی، نقل کی۔ اور اس سے اوپر متصل کا فقرہ جس میں اصل مطلب تھا کہ ــــ'' لانہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ' کا ہے'' صاف کتر لیا۔ گویا ان کا یہ خط میرے پاس تھا ہی نہیں۔ اس کمال حیا کی کوئی حد ہے؟

خیر میں نے ان کی یہ ہٹ دھری بھی پوری کی اور ان کے ایک سو ایک اقوال کفر و ضلال کے پھر پتے دے دئے۔ اس پر پھر وہی کہا کہ آپ ثبوت دے ہی نہیں سکتے، کہ یہ اقوال میں نے کہے ہیں۔ اس سے بھی فاحش تر گلی یہ چلے کہ ہر قول کے ساتھ یہ ثبوت دیجیے کہ میرے اکابر میں سے کسی نے نہ کہا۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اول تو میں نے نہ یہ شرط توبہ لگائی، نہ شریعت نے مقرر فرمائی۔ یہ تو آپ نے اپنی توبہ میں خود ایک موہوم قید لگائی، جس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت تو آپ کے ذمہ ہے کہ دیکھو میرے فلاں قول میں میرا قدوہ، میرے اکابر سے وہ ہے۔ نفی ثبوت طلب نہیں ہوتی، اثبات کے لیے ثبوت درکار ہوتا ہے۔

اور بالفرض آپ کے بعض اکابر سے آپ کے بعض کفر و ضلال ثابت ہو جائیں۔ تو کیا آپ اس پر یہ پڑھ سکیں گے کہ ''اذا وجدنا أباونا علی امة و ان علی آثارھم مقتدون۔'' کیا قرآن کریم اس کا یہ جواب نہ دے گا کہ ''او لو کان اباؤھم لا یعقلون شینا ولا یھتدون'' اس شدید تازیانہ پر بھی وہ یہی کہے کہ میرے اکابر سے ثبوت دو، کہ انھوں نے نہیں کہا، اس وقت آپ کے ادلہ وایرادت کا جواب دوں گا۔ اس پر عرض کی گئی کہ یہ مغاہمہ سے صاف فرار اور جواب سے صریح انکار اور تعلیق بالمحال ہے۔ میں کیا آپ بھی اپنے سب باپ



دادا کے نام تک نہیں گنا سکتے، ان کی گنتی نہیں بتا سکتے، اور آپ کا سلسلہ اساتذہ آخر تک ملا لیا جائے، تو اور بھی ہزار دقتیں ہیں۔ میں ان سب کے کراماً کاتبین سے ان کے کارناموں اور بلوغ سے روز مرگ تک کی نقل کہاں سے لاؤں، اور وہ لکھوکھا دفتر آپ کو کیسے دکھاؤں کہ دیکھئے آپ کے کفر و ضلالوں میں سے ان کے چھٹے میں کچھ نہیں، مگر وہ اپنی ہی ہٹ لئے رہے۔

ایک طرفہ گلی یہ چلے کہ جیسے وہ امور مفصل کئے، سب کردو، حالانکہ میں مفصل تحریر میں سب کو مفصل کر چکا تھا۔ مگر وہ اخیر تک ہر خط میں یہی کہتے رہے کہ سب کو مفصل کردو۔ میں نے ان کی یہ ہٹ بھی قبول کی۔ وہ اپنے منھ سے ایک خط میں پانچ امور میں حصر کر چکے تھے، کہ ہمیں صرف ان میں کلام ہے۔ ان کے بعد ہم ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں۔ میں ان بقیہ کو بھی بقدر ضرورت مفصل کردیا، اور لکھ دیا کہ میں کام تمام کر چکا۔ حجۃ اللہ قائم ہوگئی۔ اب یہی باقی ہے کہ پہلے تو ایک سو ایک ہی نمبر تھے، اب تین سو اکیس ہوگئے، یا تو سب سے جواب دیجئے یا صاف صاف اعلان توبہ و قبول ثواب کیجئے۔

مگر انہوں نے اصلاً کسی حرف کو ہاتھ نہ لگایا اور یہی کہتے رہے کہ مفصل کردو۔ آخر مجبوراً گزارش کی کہ میں آپ کی یہ ہٹ بھی مان لوں گا، مفصل کو پھر مفصل کردوں گا۔ اور ایک ایک امر کا بحوالۂ صفحہ آپ کی تحریروں سے نشان دوں گا۔ مگر آج تک جنھیں آپ بھی مفصل مان رہے ہیں، ان کا نتیجہ کیا ہوا؟ ان میں سے کون سے حرف کا آپ نے جواب دیا؟ یا کون سے کفر سے توبہ کی؟ تھانوی کا مرتد ہونا آپ کی تصریح سے ثابت کردیا۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا؟ بلکہ ایک حرف اس مسئلہ تھانوی میں ۱۸ کفر اور زائد کئے اور ان کے علاوہ آپ پر کفر پر کفر چڑھتے اور نمبر بڑھتے ہی گئے، اور آپ ساکت و مبہوت ہی رہے۔ اس کا کیا نتیجہ؟

لہٰذا وعدہ حلفی دیجئے کہ میں سب کو مفصل کردوں، تو آپ ہر نمبر کا جواب دیں گے، اور جن کا نہ دیں، انھیں صراحتاً قبول کریں گے۔ اس کا جواب آیا کہ میں وعدۂ حلفی نہ دوں گا اور پھر وہی کہ مفصل کردو، آخر یہ عرض کی کہ مغاہمہ کو خاک میں ڈالیے۔ اب تو میرے ایرادات و

ادلہ ایک سو ایک سے چارسو تک پہونچے اور ضرور ان میں میں یا آپ ہدایت یا ضلالت پر ہیں۔ وأنا و ایاکم لعلی هذا أوفی ضلال مبین۔ آپ کے نزدیک معاذ اللہ میں ضلالت پر ہوں اور بارہا صاف لکھ چکا ہوں کہ میرے ادلۂ ایرادات سے جو غلط ثابت ہوگا، میں اسے فوراً کم کرنے کو تیار ہوں۔ یہ کسی تفصیل وغیرہ پر کیا موقوف ہے۔ ایک شخص کہ آپ کے نزدیک ضلالت پر ہے۔ آپ سے ہدایت مانگتا اور اسکے قبول کا بارہا وعدۂ حتمی کر چکا۔ پھر آپ لیڈر کہلا کر ہدایت سے کیوں بھاگتے ہیں۔۔

مفاہمہ بحمدہ تعالیٰ تمام ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اہل حق کی فتح مبین پر انجام ہوا۔ اس کے شکریہ میں یہ اکیس نظمیں تین عربی اور ایک فارسی اور سترہ رباعیاں فارسی حاضر ہیں۔ اس کا جواب بھی وہی آیا کہ مفصل کردو۔ اس پر عرض کی گئی کہ میری دو عرض اخیر آپ کے اسی سوال کا جواب شافی تھیں۔ انھیں بھی ہاتھ نہ لگائے اور وہی رٹ لگائے جائے۔ یہ مسلمان تو مسلمان انسان کا بھی کام نہیں اور اس کے ساتھ انیس رباعیاں اور بھیجیں۔ اس کا جواب بحمدہ تعالیٰ اب تک نہ آیا۔ غرض مولیٰ تعالیٰ نے اس مکالمے میں انھیں ذلت فاحشہ دی کہ مرتے دم تک اور توبہ نہ کریں تو قیامت تک یاد رہے گی۔

اس کتاب کا مبیضہ ۲۰ × ۲۶ تقطیع سے ۲۵۰ صفحہ تک پہونچا۔ آگے انھوں نے خاموشی مطلق ہی اختیار کی۔ تو کتاب بعونہٖ تعالیٰ اسی قدر پر ختم ہے۔ ورنہ رب عزوجل جس قدر چاہے اور بڑھے گی۔ وہ سخت سراسیمگی کے فرار کی سترہ گلیاں چلے۔ میں نے ان سب کی فہرست مع ثبوت گنادی۔ انھوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا، گویا سنا ہی نہیں۔ ان میں ایک بڑی گلی تھی کہ تیرے ایرادت وادلہ مہمل و واہیات و اضحوکۂ اطفال ہیں۔ انکار کردینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس پر یہ صاف مطالبہ گلے پر سوار ہوتا کہ پھر کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ مشرکوں کا سا کہنا کہ لونشا لقلنا مثل هذا۔ ہم چاہتے، تو اس قرآن کا سا کہہ دیتے۔ ہم نے خود ہی نہ کہا۔ اس کی پیش بندی کے لئے یہ گلی چلے کہ ہم نے اس واسطے رد نہ کیا کہ تو قابل خطاب



نہیں۔ سبحان اللہ! یا تو خطاب پر وہ اضطراب، وہ پیچ و تاب کہ تار آتا ہے کہ سرفراز نامہ کا منتظر ہوں۔ رجسٹری پہونچنے میں ایک دن کی دیر ہوتی ہے، تو خط آتا ہے، کہ اب تک نہ پہونچی اور جب وہ سرشکن جگر شگاف کوہ قاف سر پر پہنچتا ہے۔ تو مدتوں ادھر ادھر بغلیں جھانک کر یہ سوجھتی ہے کہ تو قابل خطاب نہیں اور لطف یہ کہ اس کے بعد سے بھی اب تک برابر درخواست ہے کہ مفصل کردو۔ نا قابل خطاب سے طلب تفصیل خطاب کیا معنیٰ؟ یہ ہے پندرہ ماہ مبارک سے آج تک کے مکالمے کا مخلص۔ طبیعت کی وہ حالت اور فراروں کے مکابرے کی وہ کیفیت۔

والی اللہ المشتکی وهو المستعان وعلیه البلاغ و لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم، و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه و سراج افقه و قاسم رزقه والمبعوث بتیسیره و رفقه سیدنا و مولینا محمد واله و صحبه وابنه وحزبه اجمعین و بارک وسلم ابد الآبدین آمین والحمد لله رب العالمین۔

فقیر احمد رضا قادری

(حق کی فتح مبین مطبع صبح صادق سیتاپور یوپی) ۲۴ ر ذی الحجہ ۳۹ھ از بھوالی نینی تال

(۱۳)

از بھوالی نینی تال
۲۵ ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

حضرت والا دامت برکاتہم

کل رجسٹری حاضر کر چکا ہوں۔ ان کی (فرنگی محلی) سترہ گلیوں میں ایک بڑی اہم گلی گالی تھی۔ جو عاجزوں کا قدیم دستور ہے۔ یعنی جواب سے بچنے کو زبان درازی و دشنام بازی پر اتر آئے۔ جس کا بعد میں خود اقرار کیا۔ کہ ''آئندہ شریفانہ طرز سے بندہ کی تحریر رہے گی'' کھلا

اقرار ہے کہ اب تک پاجیانہ تھیں اور خود جس میں یہ لکھا اور اس کے بعد کی وہ کیا کم شریفانہ تھیں؟ پھر ایک خط میں ان پر انفعال بھی جتایا۔ افسوس کہ مجھ پر زبان درازی کرے، منفعل ہوئے اور اپنے صدہا کفر پر انفعال نہ آیا۔ عظمتِ مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام کو اٹھارہ گالیاں سنا کر انفعال نہ ہوا۔

وہ چاہتے تھے کہ گالیاں سن کر اسے غصہ آئے۔ اور بات کا رخ بدل جائے۔ جواب ایرادات اور ادلۂ سخت آفت سر سے ٹل جائے۔ مگر میں نے اسے لطائف میں ٹال دیا اور اپنے مطالبوں کا تقاضہ کیے گیا۔ میرا اخیر خط جس کے جواب کا انتظار تھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ کل شام فرنگی محلی صاحب کی فاش شکست فاحش فرار لے کر آیا۔ یعنی فرنگی محلی صاحب نے انکاری ہو کر واپس دیا۔

یہ دعوے تھے کہ میں نہ بھاگوں گا۔ نہ بھاگنے دوں گا اور یہ کہ تا بخانہ پہونچاونگا، اور یہ کہ چوٹی سے گراونگا۔ واحد قہار نے بفضلہٖ علانیہ ظاہر فرمادیا کہ بھاگے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور کیسے سراسیما و ابتر بھاگے۔ اور خود ہی بحمدہ تعالیٰ تا بخانہ پہونچائے گئے اور خود ہی بفضلہٖ تعالیٰ چوٹی سے گرائے گئے۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرہ ۔ آج پھر ایک رجسٹری بھیجی ہے۔ دیکھئے اس پر کیا ہو۔ طالب دعائے خیر ہوں۔ والتسلیم

فقیر احمد رضا قادری

۲۵ رذی الحجہ الحرام ۳۹ھ

(حق کی فتح مبین، مطبع صبح صادق سیتاپور۔ یوپی)



## مولینا شاہ سید محمد آصف رضوی، فیل خانہ، کانپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۵ رجمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم!

میں آج کل متعدد رسائل رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ میں مشغول تھا۔ خبر الٰہی مثل علم الٰہی ہے۔ ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں۔ مگر یہ استحالہ بالغیر ہے، نفی قدرت نہیں کرتا۔ علم الٰہی ازلی میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کریگا۔ اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو۔ اگر نہ پیدا ہو۔ تو معاذ اللہ جہل لازم آئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولیٰ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہوگیا، نہ پیدا کرنے پر قادر نہ رہا۔ ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا، بلکہ معاذ اللہ مجبور ہوگیا۔

حاشا! بلکہ زید کا وجود و فنا ازلا ابداً تحت قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علم الٰہی میں تھا، وجود واجب ہے اور جس وقت فنا، فنا واجب ہے کہ خلاف ہو، تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے۔ اس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کردیا۔ اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی، نہ جہل ممکن۔ بعینہ یہی بات خبر الٰہی میں ہے۔ اس نے خبر دی کہ اہلِ جنت کو ہمیشہ جنت میں رکھے گا۔ ان کا خلود واجب ہوگیا۔ اگر نہ ہو، تو معاذ اللہ کذب لازم آئے۔ مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی۔ خلود و انقطاع دونوں ازلا ابداً زیر قدرت ہیں۔ مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کردیا۔ اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی، نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو اس ممکن کو واجب بالغیر کیا۔ اگر اس سے کذب ممکن ہوجائے، تو اسے واجب کون کرے۔

مولیٰ عزوجل کے وعدہ ووعید کسی میں تخلف ممکن نہیں، خود وعید ہی کے لیے ارشاد ہوا ہے: ما یبدل القول لدی ۔ جیسے وعدہ کو فرمایا۔ لن یخلف الله وعده ۔ بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا۔ تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے۔ یہ اگر معاذ اللہ امکان کذب ہو تو، امکان کیسا؟ وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا۔ اس کی مفصل بحث ''سبحان السبوح'' میں ہے۔

آیۃ کریمہ: الا ماشاء ربک کے وہ معنی بعونہ تعالیٰ ذہن فقیر میں ہیں۔ جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں۔ خلود اہل دارین کو عمر آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے! ما دامت السمٰوات والارض ۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہی بقائے آسمان و زمین مراد نہیں۔ جو نفخ صور پر منقطع ہے۔ بلکہ سماء و ارض کہ روز قیامت اعادہ کیے جائیں گے۔ ان کی عمر مراد ہے، جو ابدی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے جنت، دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے۔ کہ انتہا نہ ان کو، نہ اسکو۔ مگر اسکی ابتدا ان کی ابتدا سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔

شروع روز قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہونگے۔ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ تو جانب ابتدا میں ان کا خلود ان سموات و ارض کے دوام سے کم ہوا۔ کسی کا مثلاً ہزار برس کم، جیسی جس کے لیے مشیت ہوگی۔ کسی کا دو ہزار برس کم۔ الی غیر ذلک، اس کو فرماتا ہے: الا ماشاء ربک روایت لیاتین علی جھنم الخ دوزخ کے طبقہ اولیٰ کے لیے ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔ اگرچہ مجموعہ کو جہنم کہتے ہیں۔ یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لیے ہے۔ یہ بے شک ایک روز بالکل خالی ہو جائیگا۔ جب لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی اس میں نہ رکھا جائے گا۔ (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۸۴/۱۱، ۸۵)



(۲)

از بریلی

۲۷ / جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مبتدع، ضال ایک لفظ عام ہے۔ کافر کو بھی شامل کہ بدعت دو قسم ہے، مکفرہ و غیر مکفرہ۔ وقال تعالیٰ: و اما ان کان من المکذبین الضالین [1] امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا۔ اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا:

عبارۃ الرافعی فی التعزیز نقلاً عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یا کافر بلا تاویل کفر [2] اما تبعہ النووی فی الروضہ فان قلت قد خالف ذالک النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لا مخالفۃ فان اطلاق التحریم فی لفظ لا یقتضی انہ لا یکون کفرا فی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا [3] اسی میں چند ورق کے بعد ہے۔ الحرمۃ لا تنافی الکفر کما مرّ [4]

ماہیت و صفات کمالیہ میں مشارکت اس میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو۔ نہ یہ ان سب گمراہوں کا مذہب تھا۔ ان میں بعض صرف تشبیہ یعنی ''کنبیکم'' ختم نبوت لیتے۔ اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس ﷺ خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا۔ لہٰذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/۵۶

[2] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۴۰

[3] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۴۰، ۳۴۱

[4] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۵۰

ہے، ''اعلام'' میں بعد عبارت سابقہ فرمایا: التحریم الغلیظ قصد الشمول للحالة التی یکون فیها کفرا و غیرها [1] حسام الحرمین میں خاص فرقۂ مرتدین کا ذکر ہے۔ ولہٰذا خاتم الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا، جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ: لو فرض فی زمنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بل لو حدث بعده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبی جدید لم یخل ذلک الخاتمیة و انما یتخیل العوام انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انه لا فضل فیه اصلا عند اهل الفهم [2] اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقا کافر، مرتد ہے۔

اس سے اٹھاون ورق پہلے جہاں ''المعتمد المستند'' میں خاص مرتدین کا ذکر نہ تھا، عبارت یہ ہے: ''خرج دجالون یدعون و جود سته نظراء للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مشارکین له فی اشهر خصائصه الکمالیة اعنی ختم النبوة فی طبقات الارض الست السفل فمنهم من یقول کل منهم خاتم ارضه و نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خاتم هذه الارض و منهم من یقول انهم خواتم اراضیهم و نبینا صلی الله تعالیٰ عله وسلم شرکاء له فی جمیع صفاته الکمالیة یرده آخرون ابقاء علی انفسهم من المسلمین [3]

ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں بلفظ عام مبتدع ضال سے تعبیر کیا۔ کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے۔ والسلام مع الاکرام (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۳۶۰ تا ۳۶۲)

---

[1] اعلام القواطع الاسلام — مقدمہ — مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی — ص ۳۴۱

[2] (الف) حسام الحرمین — فصل منہم الوہابیہ — مکتبہ نبویہ، لاہور — ص ۱۹
(ب) المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد — مسئلۃ النبوۃ لیست کسبیۃ — مکتبہ حامدیہ، لاہور — ص ۲۴۲

[3] المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد — مسئلۃ النبوۃ لیست کسبیۃ — مکتبہ حامدیہ، لاہور — ص ۱۱۵

(۴)

از بریلی

۲۷ر جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلھم

تصدقوا علی اھل الادیان کلھا [1] میں امر بتصدق ہے، اور تصدق قربت، جہاں قربت نہ ہو، صدق تصدق محال ہے۔ اور بتصریح ائمہ اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں، تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعا حاصل حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں۔ ان پر تصدق کرو۔ یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہل ذمہ کو شامل نصرانی ہوں، خواہ یہودی، خواہ مجوسی، خواہ وثنی، کسی دین کے ہوں۔ اگر وہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہوسکتا، تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلھا میں نہیں آسکا کہ وہ محل صدقہ میں نہیں اور کلام تصدق میں ہے۔

یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے۔ ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو زغ کو ایک ضرب مارے، سو نیکیاں پائے۔ [2] دوسری حدیث میں ہے: جس نے سانپ کو قتل کیا، گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا [3] رواہ الامام احمد عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تیسری حدیث میں ہے: اقتلو الحیات کلھن من خاف ثاوھن فلیس منا [4] سب سانپوں کو قتل کردو جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے، ہمارے گروہ سے نہیں۔ رواہ ابو داؤد و نسائی وطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ و عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ایک حدیث میں ہے۔: من قتل حیۃ او

---

[1] کنوز الدقائق

[2] صحیح مسلم — کتاب قتل الحیات — باب استحباب قتل الوزغ — قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/۲۳۶

[3] مسند ابن حنبل — مروی عبداللہ بن مسعود — دارالفکر، بیروت ۱/۳۹۵

[4] سنن ابو داؤد — کتاب الادب — باب فی قتل الحیات — آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۳۵۶

عقربا فکانما قتلا کافرا [۱] جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا۔ رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے۔: فاقتلوھم حیث ثقفتموھم [۲] اور فرمایا: اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا [۳] اور فرمایا: واغلظ علیھم [۴] اور فرمایا: ولیجدوا فیکم غلظۃ [۵] تو وہ اصلاً محل احسان نہیں۔ ابتداء اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا۔ ان سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور ان سے منع اور اسی [illegible] ن سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا۔ ورنہ تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالیٰ: لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون [۶]

معالم شریف وغیرہ میں ہے: ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلاتھم فقال انما ینھکم اللہ [۷] الآیہ۔ خازن میں ہے: ثم ذکر الذین نھیٰ عن صلاتھم و برھم فقال انما ینھکم اللہ [۸] تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورہ کریمہ کے آخر میں ہے: یا ایھا الذین امنو لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم [۹] لاجرم کبیر میں ہے: قال قتادہ نسختھا آیۃ القتال [۱۰] تو اب کسی کافر

---

[۱] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۶۹ محمد بن الحسین اثنی الاشنانی دار الکتاب العربی، بیروت ۲/ ۲۳۳
[۲] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱، و ۴/ ۹۱ [۳] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۱ [۴] القرآن الکریم ۹/ ۷۳
[۵] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳ [۶] القرآن الکریم ۶۰/ ۸۔۹
[۷] تفسیر معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت لا ینھکم اللہ الخ مصطفی البابی، مصر ۷/ ۷۷
[۸] تفسیر الخازن زیر آیت لا ینھکم اللہ الخ مصطفی البابی، مصر ۷/ ۷۷
[۹] القرآن الکریم ۶۰/ ۱۳ [۱۰] تفسیر کبیر زیر آیت لا ینھاکم اللہ الخ المطبعۃ البہیۃ، مصر ۲۹/ ۴



حربی سے بروصلہ جائز نہ رہا۔ اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۰/ ۳۲۸ تا ۳۳۰) (فقیر احمد رضا قادری)

(۴)

از بریلی

۱۶/ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ارشادِ الٰہی: یا ایھا الذین امنوا الا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔ عام و مطلق ہے۔ کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے۔ اگرچہ امور دنیویہ میں ہو۔ وہ ہرگز بقدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قال صدق اللہ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث: لا تستضیئوا بنار المشرکین (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو۔ اور اسے اسی آیہ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلیٰ مسند اور عبد بن حمید، و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتو الحسن فسئلہ فقال نعم، یقول لا تستشیروھم فی شی من امورکم قال الحسن و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلا ھذہ الآیۃ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم.

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیہ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی: انہ قیل لہ ان ھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کتاتبا قال اتخذت

''جاہد'' سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص سے لم یتعلق به ابتداء کما افـاده فـی البـحـر الرائق. تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی، تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا۔ حالانکہ امر بالعکس ہے۔ اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کم تر ہوتا۔ حالانکہ یکساں ہے۔ ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتاچکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے۔ حسب حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد دے سکتے ہیں۔ ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔ امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا: والاستعانة باهل الذمة كالاستعانة بالكلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم و صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی۔ مشرک سے استعانت مطلقا ناجائز رکھی۔ اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفسیر جلیل ''المحجة المؤتمنة'' میں ملاحظہ ہو۔

رہا! کافر طبیب سے علاج کرانا، خارجی یا ظاہر مکشوف علاج، جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو ''لا یالونکم خبالا'' سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات، بیع و شراء و اجارہ استجار کی مثل ہے۔ ہاں! اندرونی علاج، جس میں اس کے فریب کی گنجائش ہو، اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا ولی خیرخواہ، اپنا مخلص با اخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بے کسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا۔ تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا، تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہوجائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیرخواہی کریں۔ تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا۔ فانه منهم ہوگیا۔ ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔ قال تعالیٰ: ودوالو تكفرون كما كفروا فتكونون سواء۔ ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو۔ تو تم اور وہ ایک سے ہوجاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مگر الحمد للہ! کوئی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہوکر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ



ی اس نے تکذیب قرآن کی۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے۔ اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں، تو بدنام ہوں، دوکان پھیکی پڑے، کھل جائے، تو حکومت کا مواخذہ ہو، سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں۔ تو اپنے خیرخواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی۔ پھر خلاف احتیاط شنیع ضرور ہے، خصوصاً یہود و مشرکین سے، خصوصاً سربر آوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔

وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں۔ اس بارے میں کریمہ لاتتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا ۔ کسی کافر کو راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ و کریمہ ولم يتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المؤمنين وليجه ۔ اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا۔ وحدیث مذکور لا تستضیئوا بنار المشركين ۔ مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا راز دار و دخیل کار ومشیر بنانا ہوگا؟

امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں: واشد فی القبح و اشنع ما ارتكبه بعض الناس فی هذا الزمان من معالجة الطبيب و الكحال الكافرين الذين لا يرجى منهما نصح ولا خير بل يقطع بفشهما و اذيتهمامن ظفرا به من المسلمين سيما ان كان المريض كبيرا فی دينه او علمه۔ یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے، وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا، جن سے خیرخواہی اور بھلائی کی امید درکنار، یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں۔ اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا: انهم لا يعطون لاحد من المسلمين شيا من الادوية التی تضره ظاهر الا انهم لو فعلوا ذلک لظهر غشهم و انقطعت مادة معاشهم لكنهم يصفون له من الادوية ما يليق بذلک المرض و يظهرون الصنعة فيه النصح وقد يتعافى المريض

فینسب ذلک الحاذق الطبیب و معرفته لیقع علیه المعاش کثیرا بسبب ما یقع له من الثناء علی نصحه فی صنعته لکنه یدس فی اثناء و صفه حاجة لا یفطن لما فیها من الضرر غالبا و تکون تلک الحاجة مما تنفع ذٰلک المریض و یتعش منه فی الحال لکنه یبقی المریض بعدها مدة فی صحة و عافیة ثم یعود علیه بالضرر فی آخره الحال و قدیدس حاجة اخریٰ کما تقدم لکنه ان جامع انتکس و مات و کذلک یفعل فی حاجة اخری یصح المریض بعد استعمالها مکنه اذا دخل الحمام انتکس و مات (وقد) یدس حاجة اخری اذا استعملها المریض صح و قام من مرضه لکن لها مدة فاذا انقضت تلک المدة عادت بالضرر علیه و تختلف المدة فی ذلک.

فمنها ما یکون مدتها سنة او اقل او اکثر الی غیر ذالک من غشهم وهو کثیر ثم یتعلل عدو الله بان هذا مرض آخر دخل علیه فلیس له فیه حیلته فلو سلم منه لعاش و صح و یظهر التاسف و الحزن علی ما اصاب المریض ثم یصف بعد ذالک اشیاء تنفع لمرضه لکنها لا تفید بعد ان فات الامر فیه فینصح حیث لا ینفع نصحه فمن یریٰ ذالک منه یعتقدانہ من الناصحین وهو من اکبر الخاشین و قد قیل:

کل العداوة قد ترجی ازالتها الاعداوة من عاداک فی الدین

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوانہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہوجائے اور ان کی روزی میں خلل آئے۔ بلکہ مناسب دوا دیتے ہیں اور اس میں اپنی خیر خواہی وفن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے۔ جس میں ان کا نام ہو اور معاش خوب چلے۔ اور اس کے ضمن میں ایسی دوا دے دیتے ہیں۔ کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھودے۔ مگر جب مریض جماع کرے، مرض لوٹ آئے اور مر جائے۔ یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے۔ مگر جب حمام کرے۔ مرض پلٹے اور موت



ہو۔ یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت، سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے اور بہت طریقے ہیں۔ پھر جب مریض پلٹا، تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے۔ اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے۔ پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ۔ تو اس وقت خیرخواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے۔

تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے
مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی

پھر فرمایا: و قد یستعلمون النصح فی بعض الناس ممن لا خطر لهم فی الدین ولا علم و ذلک ایضا من الغش لانهم لو لم ینصحوا لما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل علیهم معاشهم و قد یفطن لغشهم ومن غشهم نصحهم لبعض ابناء الدنیا یشتهروا بذلک و تحصل لهم الخطوة عندهم و عند کثیر ممن شابههم و یتسلطون بسبب ذلک علی قتل العلماء والصالحین وهذا النوع موجود ظاهر و قد ینصحون العلماء و الصالحین و ذلک منهم غشاً ایضا لانهم یفعلون ذالک لکی تحصل لهم الشهرة و تظهر صنعتهم فیکون سعیاً الی اتلاف من یرون اتلافه منهم و هذا منهم مکر عظیم.

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے، کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو۔ روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ جائیں۔ یوں ہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں۔ کہ شہرت اور اس کے کے نزدیک اور اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علما وصلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے ان میں موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علماء وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب

ہے۔ کہ مقصود ساکھ بندھن ہے۔ پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے، اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانے کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا۔ رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا۔ وہ خوشامدیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رئیس راضی ہوگیا۔ کافر وقت کا منتظر رہا۔ پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا۔ لوگ انھیں بلانے آئے۔ انھوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا، گئے اور مجھے فرما گئے۔ میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر ہے؟ فرمایا! میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا۔ میں اندر نہ گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں۔ پھر اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے۔ رئیس کل تک نہ بچے گا، وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں، کہ جو نسخہ وہ بتائے، مسلمان کو دکھا لیں۔ یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے۔ فرمایا:

و ھذا لیس بشنی ایضا من وجوہ الاول ان المسلم قد یفعل عن بعض ماوصفہ الثانی فیہ اقتداء الغیربہ الثالث فیہ العیانۃ لھم علی کفر بما یعطیہ لھم الرابع فیہ زلۃ المسلم لھم الخامس فیہ تعظیم شانھم لاسیما ان کان المریض رئیسا وقد امر الشارع علیہ الصلوۃ والسلام بتصغیر شانھم و ھذا عکسہ.

یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں (۱) تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی۔ اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے (۲) پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے، وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی۔ (۳) مسلمان کو اس کے لیے تواضع کرنی پڑے گی۔ (۴) علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی، خصوصاً اگر



مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا: ثم مع ذلک ما یحصل من الانس والودلھم وان قل الامن عصم اللہ وقلیل ماھم ولیس ذلک من اخلاق اھل الدین۔ پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تھوڑی ہی سہی۔ سوا اس کے کہ اللہ جسے محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔ پھر فرمایا: ومع ذالک یخشی علی دین بعض من یستطبھم من المسلمین۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی۔ مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انھوں نے اسے بلایا، وہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے۔ اسی کو اختیار کرنا چاہئے اور یوں ہی کیا کیا بکتا رہا۔ یہ ترساں ولرزاں جاگے۔ اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں وہ جہاں ملتا، یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انھیں پہونچے۔

امام فرماتے ہیں: فھذا قد رحم بسبب انہ کان معتنی بہ فیخاف من استطبھم ولم یک معتنی بہ ان ینھلک معھم ولولم یکن فیہ الا الخوف من ھذا الامر الخطر لکان معتنیا ترکہ فکیف مع وجود ماتقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے۔ جو ایسا نہ ہو اور ان سے علاج کرائے۔ اس پر خوف ہے۔ کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جاتے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ تو اسی قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا۔ نہ کہ اور شناعتوں کیساتھ جن کا ذکر گزرا۔

امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء وعظمائے دین کے لیے زیادہ خطر کا مؤید۔ امام مارزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ

ہے۔ علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہوجاتے۔ پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا۔ آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت فرمایا: اس نے کہا: اگر آپ سچ پوچھتے ہیں، تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخشی۔ پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلباء کو حاذق اطباء کردیا۔ اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔ یہودی کے مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا۔ اور لا یالونک خبالاتو عام کفار کے لیے فرمایا:

عورت کا مرتدہ ہوکر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہرالروایہ و جملہ متون و عامہ شروح و فتاویٰ قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول ضروری اور صوری کا فرق میرے رسالہ'' اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام'' میں ہے کہ میرے فتاویٰ جلد اول میں طبع ہوا۔ اس کا قول ضروری کے موافق ہونا، میرے فتویٰ سے کہ یہ جواب سوال علی گڈھ لکھا، ظاہر۔ اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے۔ باقی تمام احکام ارتداد جاری ہونگے۔ نہ وہ شوہر کا ترکہ پائیگی۔ نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو۔ نیز جب تک وہ اسلام لائے۔ شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔

عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں۔ باب نکاح الکفار میں دیکھئے! لو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغایظة لزوجها او اخراجا لنفسها عن جهالته او لا یستجاب المهر علیه بنکاح متانف تحرم علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدوا النکاح بادنیٰ شنی ولو بدنیار سخطت اور رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها قال الهندوانی اخذ بهذا قال ابو اللیث وبه ناخذ کذا فی التمرتاشی.

عہ اسی کے بیان میں درمختار میں ہے: صرحوا بتغزیرها خمسة سبعین و تجبیر علی



الاسلام و علی تجدید النکاح لمهر یسیر کدینار و علیه الفتویٰ والوالجیه۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں۔ جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فورا فسخ ہوگیا۔ کہ ارتداد احدهما فسخ فی الحال، پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنیٰ؟ اور پہلے سے تجدید میں نکاح پر جبر، کیا معنیٰ؟ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے؟ اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنیٰ؟ مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول: بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتیٰ بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے۔ فتاویٰ ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہرالفائق وغیرہ اختیار کیا۔ بعد نہیں۔ تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہوجانا، موجب زوال نکاح نہیں۔ بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے۔ جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس۔ یونہی جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے، زوجہ حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرلے اور اس کی عدت گزر جائے۔ بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں۔ جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے متارکہ لازم ہے، تو نکاح قائم ہے۔ اورزن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں۔ نکاح میں اصلا خلل نہیں۔ اور حرمت ابدی دائم ہے۔ والمسائل منصوص علیها فی الدرر وغیره من الاسفار الخ.

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع ممبئی ۵۵۲/۹ تا ۵۵۶)

(۵)

از بریلی

درشعبان ۱۳۳۹ھ

حبیبی و محبی و محبوبی احبکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

(۱) سلطانِ اسلام ہرگز کفار کو مراسمِ کفر کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیا اجازت کفر دیکر

خود کافر ہوگا۔ بلکہ نترکھم وما یدینون، یعنی جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں، وہاں تعرض نہ کریگا۔ نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ یہاں ایسا کرو۔ رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں: لیس المراد انہ جائز نامرھم بہ بل بمعنی نترکھم وما یدینون فھو من جملۃ المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر و نحوہ ولا نقول ان ذلک جائز لھم فلا یحل لسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذلک ولا ان یعینھم علیہ ۱؎ بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ ہوگا، تراضی و قرار داد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں، مگر اس مضمون میں کہ جزیرۂ عرب میں کوئی نامسلم نہ رہے۔ متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں مقصود حدیث و حکم شرعی یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن و طوال اقامت جائز نہیں۔ تجارت وغیرہ امور مرخصہ کے لیے آئیں اور چلے جائیں۔ ظاہرا سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائے گی۔

تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے: یمنعون من استطان مکہ والمدینۃ لا نھما من ارض العرب قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارتہ جاز و لا یطیل ۲؎ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ لانھما من جزیرۃ العرب افادان الحکم غیر مقصود علی مکۃ والمدینۃ بل جزیرۃ العرب کلھا کذلک کما عبر بہ فی الفتح وغیرہ فیمنع ان یطیل فیھا المکث حتی یتخذ فیھا مسکنا لان حالھم فی المقام فی ارض العرب مع التزام الجزیۃ کما لھم فی غیرھا بلا جزیۃ وھنالک لا یمنعون من التجارۃ بل من اطالۃ المقام فکذلک فی ارض العرب شرح السیر و ظاھرۃ ان حد الطول سنۃ ۳؎ تامل۔

اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوئی اور بعد کے خلفاء میں مستمر رہی۔ قرامطہ ملاعنہ پھر عبیدی خبثاء پھر وہابیہ نجدیہ ان کفار کا چند روزہ جبری تسلط

---

۱؎ ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۷۲
۲؎ (الف) درمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۲
(ب) کنز العمال ۱۲/۳۵
۳؎ ردالمحتار کتاب الجہاد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۷۵



نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا، نہ کسی بین الاقوامی قانون مخترع کی قرارداد سے۔ عدن میں نصاریٰ کا قیام اور جدہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کے اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں۔ مگر ساتھ ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں۔ جس طرح تمام اہلِ سنت کو جانتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک جیسے نصاریٰ ویسے ہی ترک بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں۔

(۴) قرامطہ خبثا سنگ اسود کو لے گئے تھے۔ بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں۔ ہاں! ''سیف الجبار'' میں ان کے زد و ضرب سے اس میں شق آجانا لکھا ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/۱۳۶ تا ۱۳۸)

(۶)

از بھوالی، نینی تال

۴؍ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر آپ آفتاب اور دھوپ کو دیکھیں۔ تو فرق حقیقت و تجلی کی ایک ناقص مثال پیش نظر ہو۔ آفتاب گویا حقیقت شمس ہے اور دھوپ اس کا جلوہ۔ حقیقت صفاتِ کثیرہ رکھتی ہے اور اپنے مجالی میں متفرق صفات سے تجلی کرتی ہے۔ ان صفات کے لحاظ سے جو آثار، ان مجالی کے ہیں۔ وہ حقیقتاً حقیقت کے اور معاملات ان مجالی سے بحیثیت مجالی ہیں۔ وہ حقیقتاً حقیقت سے

جیسا صحابہ کرام کی نسبت سے فرمایا۔ من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فبغضبی ابغضھم ۔حقیقت کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقت محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ۔کی ایک تجلی ہے۔کعبہ کی حقیقت وہ جلوہ ہے۔مگر وہ جلوہ عین حقیقت محمدیہ نہیں ﷺ۔ بلکہ اس کے غیر متناہی ظلال سے ایک ظل ۔جیسا کہ اسی قصیدہ میں ہے۔

کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

حقیقت کریمہ نے اپنی صفت مسجودیت الیھا سے اس ظل میں تجلی فرمائی ہے ۔لہٰذا کعبہ جس کی حقیقت یہی ظل و تجلی ہے۔ مسجود الیھا ہوا اور حقیقت وہ حقیقت علیہ مسجود الیھا ہے کہ اس کی اس صفت اس کے ساتھ اس پر تجلی نے اسے مسجود الیھا کیا۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ طبع بمبئی ۲۹۴/۱۲)

(۷)

از بھوالی نینی تال

۴رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

والا حضرت مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلھم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کارڈ میں بعض افعال گاندھویہ کہ فقہا کفر ہے۔ جیسے قشقہ لگانا، کافر کی جے پکانا، کافر کی تعظیم گنا کر ان کے فاعلوں کو کہا ہے کہ ''یہ مسلمان یا وہ ان میں کون مسلمان ہے'' بلاشبہ جس



طرح کفر فقہی میں مبتلا ہوئے اور استحلال کریں ،تو کفر کلامی میں بعینہ یہی حالت فقہا وکلاما ان افعال و اقوال کے مرتکبین کی ہے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۵۹/۱۵)

مخدومیہ اہلیہ شاہ ابوالحسین نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ بدایوں (یو،پی)

(۱)

از بریلی

۷رمضان ۱۳۲۹ھ

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس۔

اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا پر اسی سال حج فرض ہوا تھا۔اس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا۔تو جب تو ان کا حج بفضلہٖ تعالٰی ادا ہوگیا۔ بلکہ ایسا ادا ہوا کہ انشاء اللہ تعالٰی قیامت تک ہر سال حج کرتی رہیں گی۔اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہو چکا تھا تو البتہ حج فرض ان پر باقی رہا۔حضرت ان کی طرف سے ادا فرمائیں۔ یا ادا کرادیں۔تو اجر عظیم ہے۔

اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے۔کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک ان پر فرض نہ ہوا اور اگر ان پر اصلاً فرض نہ ہوا ۔تو حضرت ان کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرائیں اور خود حضور پر نور پیرومرشد برحق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے کریں اور اگر خود ان پر حج فرض ہولیا ہو،تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گناہ گار ہونگے ۔مگر حج جس کی طرف سے کریں گے۔ ادا ہوجائے گا۔ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے۔کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے۔زیادہ حد ادب۔ (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۶۵۹/۱۰)

## حضرت مولانا مولوی سید زادہ احمد میاں، بلاسپور دروازہ، رامپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۵/شوال ۱۳۳۷ھ

حضرت والا دامت برکاتہم        وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال بہت مجمل ہے۔ دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے۔ سو روپے بکر نے الگ دئے، خالد نے الگ۔ سو بکر لایا۔ سو خالد۔ وہ ملا کر دونوں نے زید کو دئے۔ دو سو روپے خالد و بکر کی شرکت عقد کے تھے۔ وہ انہوں نے اسے دئے۔ اگر یہ نالش یکجا ہوتی ہے۔ تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی۔ وہ جب بھی محتمل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتادینا خلاف مصلحت۔ لہذا سائل کو تعین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۳۶/۱۰۔۳۷)

## مولانا سید قاضی احمد صاحب مدنی، مہتمم مدرسہ میواڑ، راجپوتانہ اودے پور، راجستھان

(۱)

از بریلی

۱۵/ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ

بگرامی ملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم جناب مولانا مولوی سید قاضی احمد علی صاحب مدنی دام مجدہم! بعد ادائے ہدیۂ سنت ملتمس۔

نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون یاد آوری فرمایا: مولوی عبدالرحیم صاحب نے ایک شخص کی نسبت مجھ سے دو بار فتویٰ لیا۔ ایک اس بارے میں کہ اس نے حضرات ائمہ اطہار کو نبی و رسول



بتایا۔ اس کے بارے میں میں نے "جـزاء اللـہ عـدوہ" لکھی۔ جس کو طبع ہوئے بارہ برس گزرے۔ دوسرا اس بارے میں کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتا۔ اس پر میرا فتویٰ "نذیر المنافقین" میں چھپا، جسے سال ہوئے۔ ان کے سوا میں نے ان کو کوئی فتویٰ کسی کے کفر پر لکھ کر نہ بھیجا۔

ہاں! ایک شخص کے کچھ اشعار کی نسبت سوال تھا۔ جس میں اس نے اپنے پیر کی تعریف میں بہت غلو و افراط کیا۔ اس پر میں نے صریح کفر ہونے کا فتویٰ نہ دیا۔ بلکہ اس میں تاویلات کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ دو نام جو آپ نے تحریر فرمائے۔ انکی بابت مجھے اصلا یاد نہیں۔ کہ کسی امر کا کوئی فتویٰ کیسا ہی لکھا گیا ہو، ہاں! زید و عمرو کر کے کوئی سوال انھوں نے بھیجا۔ اور میں نے جواب لکھا ہو، تو معلوم نہیں، مگر کفر کا فتویٰ صرف انھیں باتوں پر لکھا نہیں۔ بلکہ چھاپ کر بھیجا ہے۔ جسے ۱۲ اور ۷ ہوئے اور اشعار والا فتویٰ بھی غالبًا وہیں طبع ہوگیا ہے۔

یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات ساداتِ کرام کا ادنیٰ غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے۔ اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے۔ اس کی تعظیم نہیں جاتی۔ جب تک بد مذہبی حد کفر تک نہ پہونچے۔ ہاں بعد کفر سیادت ہی نہیں رہتی۔ پھر اس کی تعظیم حرام ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں۔ جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں۔ ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں۔ نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نہ خواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ النـاس امنـاء علی انسـابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)۔

ہاں! جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے، اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے۔ نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کردیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے۔ جس پر میرا عمل ہے۔ کہ ایک شخص کسی

سید سے الجھا۔ انھوں نے فرمایا! میں سید ہوں۔ کہا: کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی؟ راو[ی]
کو زیارت اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے۔ یہ شفاعت خواہ ہوا۔ اعراض فرمایا۔ ا[س]
نے عرض کی، میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی؟
میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھونگا۔ اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں۔ تو [...]
کرونگا۔ امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔ آپ فقیر کی اس تحریر کو فتوی تم[...]
فرمائیں۔ فقیر احمد رضا غفرلہ از بریلی، ۲۵ ذوالحجہ ۲۹ھ

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۳۴)

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، دکن

(۱)

از بریلی

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ

بشرف ملاحظہ والائے حضرت با برکت جامع الفضائل لامع الفواضل شریعت آ[...]
طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ العز

سلام مسنون، نیاز مشحون ہدیہ مجلس ہمایوں

یہ سگ بارگاہِ بیکس پناہِ قادریت غفرلہ ایک ضروری دینی عرض کے لئے مکلّف اوقات گرا[می]
پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ "القول الاظہر" مطبوعہ حیدرآباد سرکار اب[د]
شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا، جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔
نسبت اگر صحیح نہیں، تو نیازمند کو مطلع فرمائیں، ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا [...]
موقع ملے گا۔ کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں انکشاف حق کے لئے نفوس کریمہ جن جن صفات کے



جامع درکار ہیں، بفضلہ عز و جل ذات والا میں سب آشکار ہیں۔ علم و فضل، انصاف و عدل،
حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی، پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہِ بیکس پناہِ قادریت
جناب کو حاصل اور فقیر کا منہ تو کیا قابل۔ ہاں! سرکار کا کرم شامل۔

اس اتحاد کے باعث حضرت کی جو محبت و وقعت قلب فقیر میں ہے۔ مولیٰ عز و جل اور
زائد کرے۔ یہ اور زیادہ امید بخش ہے۔ اجازت عطا ہو کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے۔
اور خالص کریمانہ جواب لے۔ یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔ فقیر بارہا لکھ چکا۔
اور اب لکھتا ہے کہ اگر اپنی غلطی ظاہر ہوئی۔ بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل
متعصب کے نزدیک عار، مگر عند اللہ و عند العقلاء اعزاز و وقار ہے اور حضرت تو ہر فضل کے خود
اہل ہیں۔ لِلّٰہِ الحمد! امید کہ ایک غلام بارگاہِ قادری طالب حق کا یہ مامول حضور پرنور سیدنا
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مقبول ہو۔ اللّٰھم آمین بالخیر یا ارحم الراحمین۔ اگرچہ
ایک نوع جرأت ہے۔ رجسٹری جواب کو ۳, کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں۔ والتسلیم مع التکریم

(فقیر احمد رضا قادری)

(اجلی انوار الرضا ص ۵/۶ مطبوعہ بریلی)

(۲)

از بریلی

۱۸ شوال ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا بالقابہ دام فضلکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کرم نامہ بعین انتظار ۳۴ دن بعد تشریف لایا۔ حضرت نے اس بارے میں ترک
مکالمہ ہونے کے بعض وجوہ تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ادھر کے رسائل میں انکے بھی جواب

مدتوں سے شائع ہیں۔ حضرت کو معلوم ہو کہ فقیر کا یہ فتویٰ ۲۲ھ میں'' تحفہ حنفیہ'' میں چھپ کر ملک میں شائع ہو چکا۔ نہ علماء نے انکار فرمایا، نہ جہال نے شور مچایا۔ تو اب بھی اگر سب ناصحان سکوت خود اپنی نصیحت پر عمل فرما کر وہی روش چلتے۔ وہی سکوت رہتا۔ مگر بعض وہابیہ نے تازہ زخم کے باعث بعد قبول عدول کیا اور بعض حسادان کا ساتھ دیا۔ مخالف تحریرات شائع کیں۔ جن کا جواب ادھر سے دیا گیا۔

وہ جانتے تھے کہ اس زمانے میں ادنیٰ ادنیٰ بات پر ایک فرقہ بنکر باہمی جنگ و جدال شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے دوسری اقوام کی نظروں میں فریقین ذلیل و خوار دکھائی دیتے ہیں اور ان کو تضحیک کا موقع ملتا ہے۔ غیر مقلد و قادیانی و وہابی وغیرہم قلم آزمائی کو کافی تھے۔ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دین سے نہ تھا۔ وہ کہ عمر بھر کے مرتدین کے رد سے ساکت رہے۔ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ و سید عالم ﷺ پر دیوبندی وغیرہ مدعیان اسلام گالیاں برسایا کئے۔ قادیانی مخذول نے توہینات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کیا کیا ملعون رسالے لکھے اور وہ حضرات کانوں کان خبر نہ ہوئے۔ گویا وہ گالیاں کسی اور دین کے معبود باطل و رسول کا ذمین پر پڑ رہی تھیں۔ جس کے دفع کی حاجت نہ تھی۔ ایسے حضرات پر یہ غریب سنی ایک فرعی مسئلہ پر جوان کے زعم میں غلط ہی سہی، میدان کا رزار برپا کرنا فرض اعظم تھا۔

کاش! انہیں مصالح پر نظر فرما کر جیسے اللہ و رسول کو گالیاں دئے جانے میں ہمیشہ خاموش رہے اور اب تک خاموش ہیں ۲۲ھ کی طرح ایک فرعی غلطی پر سکوت کرتے۔ جیسے جب کوئی شور نہ ہوا، اب بھی نہ ہوتا، یا یہ ایسا ہی فرض اہم تھا تو ایک صاحب ادا کر چکے، دوم سوم کو تجدید جدال کی حاجت نہ تھی کہ بات بڑھانے سے بڑھتی۔ مگر ان حضرات کی مصلحت دینی اور عدم تفرقہ اندازی کا حاصل یہ رہا کہ ہم سب کچھ کہیں، رسالے کے رسالے تیرے رد میں شائع کریں۔ یہ نہ جنگ و جدل ہے نہ تفرقہ اندازی۔ نہ غیر قوموں کو تضحیک کا موقع۔ مگر تو جواب دے یہ سب کچھ ہے۔ خیر یونہی ہوگا۔ شاید اس میں بھی میرا ہی فہم خطا پر ہو۔



بہر حال ایک سنی مسلمان کی غلط فہمی اور وہ بھی ایسی کہ اس دفع کا فرض نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ درخواست کر رہا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین ہو جائے۔ میں قبولِ حق کے لئے حاضر ہوں۔ اس کے یہ جواب کیا مناسب ہے کہ تو نہ بول، مصلحت کے خلاف طلب حق میں وقت صرف کرنا ضرورت نہیں ہوسکتا۔ مگر نیاز مند نے حضرت سے مطارحہ نہ چاہی تھی۔ حضور پرنور سیدنا و سیدکم مولانا و مولاک۔ حضور سید غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ عظیمہ دیکر اس کی اجازت کی درخواست کی تھی کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور کریمانہ جواب لے۔ یہ مسئول کسی طرح قابل رد نہ تھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت کے اسی رسالے مجازہ ص ۲ میں تصریح ہے کہ سائل کے سوال کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

رسالہ'' القوال الاظہر'' میں اس ادعائے اجماعی قطعی یقینی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے سوا کوئی نئی بات نہیں۔ وہ اول میں تحریرات رامپور وغیرہ کی تلفیق ہے۔ جن پر رد کا عدد دو ہزار سے زیادہ ہو گیا ہے اور بحمدہ تعالیٰ لاجواب رہا اور آخر میں فتوائے بدایوں کا خلاصہ ہے۔ جس کا ایک رد بحمد اللہ تعالیٰ میرے اور انکے ملجا و ماوئی خاص خانقاہ عالیہ سرکار برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے بنام'' مبحث الاذان'' شائع ہو چکا۔ دوسرا بھی سرکار ہی سے بنام'' شافی جواب برکافی ایرادات'' تیسرا'' حافل وہ کافل'' ساڑھے تین سو ایرادات پر مشتمل بعونہ تعالیٰ زیر طبع ہے، بلکہ چوتھا بھی جس میں صرف انہیں کی تحریر سے انکی تحریر کا رد ہے۔

افسوس کہ اس رسالہ'' القول الاظہر'' ص ۴۳ میں اس فتوائے بدایوں کی کمال فاضلانہ تصید سے نہایت ناگفتنی بات حد سے زیادہ شرمناک واقع ہوئی۔ یعنی'' جامع الرموز'' وغیرہ کتب فقہ کی طرف محض غلط عبارت کی نسبت انکی طرف نرے باطل حوالوں کی جرأت اس کا حال تو بعد کو معروض ہوگا جب اس رسالے پر اظہار شبہات کا وقت حضرت دیں گے۔

ابھی اجماع ہی کی نسبت عرض کرنا ہے کہ اجماع کا ذکر حضرت نے کرم نامہ میں بھی فرمایا۔ اور واقعی اجماع ایسی چیز ہے کہ بعد تشریح کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی لہذا پہلے اس کی

نسبت محض مستفیدانہ سوال کرتا ہے اور الحمد اللہ کہ حضرت کے نزدیک سوال کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ خصوصاً سائل بھی ایک سگ بارگاہ قادری جو اپنے اور حضرت کے اور ثقلین کے مولیٰ و آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے رہا ہے اب حضرت جیسے غلام سرکار غوثیت کریم النفس سے رد سوال زنہار متوقع نہیں۔ الحمد لله رب العلمین و حسبنا الله و نعم الوكيل وصلى الله تعالىٰ سيدنا مولنا محمد و آله و صحبه و ابنه و حزبه اجمعين.

بسم الله الرحمٰن الرحيم

سوال اول: ائمہ نے اجماع کی کیا تعریف فرمائی۔ اور وہ اذان ثانی داخل مسجد ہونے پر کیونکر صادق؟

دوم: ہمارے فقہائے کرام نے کہیں اس اجماع کا ذکر فرمایا؟ نہ فرمایا تو صاف انکار دیجئے اور فرمایا تو کہاں؟

سوم: یہ تقسیم و تعریف کہ "تواتر اجماع کی ایک قسم ہے۔ کس کلام پر اجماع ہو گیا، تواتر نام پایا۔ کس فعل پر اتفاق ہو گیا، اجماع کہلایا۔ کتب معتمدہ میں یا تازہ ایجاد، اگر ہے، تو کہاں؟

چہارم: روشن علم پر اس کی تطبیق بھی ارشاد؟

پنجم تا ہفتم: رسالہ صفحہ ۱۵ میں اس اجماع سے قطعی ہونے صفحہ ۲۳ میں یقیناً اجماع ہونے، صفحہ ۳۷ میں اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے صفحہ ۹ میں مثل اجماع اذان و صلواۃ ہونے کا دعویٰ ہے کہ وہ رد ہو تو کسی اجماعی مسئلہ، حتیٰ کہ نماز پر اطمینان نہیں رہ سکتا۔ ان دعوؤں پر دلیل کافی ارشاد ہو۔

ہشتم: اگر تمام مباحث سے قطع نظر ہو تو حضرات کرام مالکیہ اور خود انکے امام سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ربع اسلام ہیں۔ کیا ان کے خلاف کے ساتھ کوئی اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔ کیا اسے قطعی یقینی و مثل اجماع نماز؟



ابن حجر شافعی المذهب کی عبارت سے کہ صفحہ ۳۵ میں استدلال ہے۔ اس میں

نہم: بذالمحل سے داخل مسجد کی طرف اشارہ ہے یا بین یدی الامام کی طرف؟ اوّل تعین پر کیا دلیل ہے؟

دہم: بالفرض ہو بھی تو اس میں اجماع صحابہ کا کوئی لفظ ہے یا محض اپنے خیالات پر قطعیت و تعیین کا دعویٰ ہو سکتا ہے؟

یازدہم: یہ بھی سہی تو ایک ابن حجر کی نقل سے یقیناً اجماع ہونا کیونکر مانا؟ کتب اصول میں اجماع منقول آحاد کا حکم ہے اور اس کی بھی تعریف یہاں صادق ہے۔ یا صرف ادعائے مصنف؟

دوازدہم: یہی ابن حجر اسی فتح الباری میں جو ملک مغرب کا حال لکھتے ہیں وہ اس جزئی دعوے "جمیع بلاد اسلامیہ" اور صفحہ ۸ میں صریح تصریح "تمام عرب و عجم شرق و غرب" پر کیا اثر ڈالتا ہے؟

سیزدہم: کسی کتاب، سند میں تصریح ہے کہ یہ اذان جمیع بلاد اسلامیہ میں داخل مسجد ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو فرما دیا جائے کہ اس کی تصریح کتاب میں نہیں اور اگر ہے، تو اس کتاب کا نام مع عبارت و حوالہ صفحہ ارشاد ہو۔

چہاردہم: اگر کسی کتاب میں نہیں، تو یہ دعوے رویت کی طرف مستند ہے یعنی تمام بلاد اسلامیہ میں تشریف لے گئے اور خود ملاحظہ فرمایا۔ رویت کی جانب یعنی تمام جہاں کے ہر اسلامی شہر سے خبر معتمد شرعی آئی؟ جو کچھ ہو بیان فرمائیں۔ اجر پائیں اور سردست دنیا بھر کے سب اسلامی شہروں کے نام ہی ارشاد ہو جائیں۔ ورنہ قیاس الغائب علی الشاھد کی شناعت خود حضرت والا ہی کے رسالہ "مقاصد الاسلام" کے حوالے سے صفحہ ۱۳ پر منقول ہے۔

پانزدہم: صفحہ ۹۔۱۷ پر فروعی مسئلہ کو بھی من شذ شذفی النار میں داخل فرمایا: کیا ائمہ

معتمدین بھی اختلاف فقہی کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ہاں تو کہاں؟

شانزدہم: ائمہ مجتہدین نے جن مسائل فرعیہ میں جمہور کا خلاف فرمایا۔انہیں معلوم تھا کہ لاکھوں لوگ اس مسئلہ میں ہمارے متبع ہو جائیں گے؟ کیا اس علم کی انہوں نے تصریح فرمائی یا غیب پر حکم ہے؟

ہفدہم: بالفرض انہیں یہ معلوم بھی ہو،تو کیا گناہ شدیدہ جس پر حدیث میں دوزخ کی وعید اس خیال پر جائز ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر لوگ اس میں ہمارے ساتھی ہو جائیں گے؟

ہیج دہم: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تطبیق رکوع،سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنز،سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدم نقض وضو بالنوم،سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابتدائے مسئلہ استمتاع میں جمہور کا خلاف کیا۔ان تمام صحابہ کرام اور ان کے امثال عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو معاذ اللہ من شذشذ فی النار کا مصداق بنانا سنیت ہو سکتا ہے؟

نوزدہم: ۳۳۔۳۴ پر۔ہے۔حدیث سے صرف عہد نبوی ﷺ سے لیکر زمانہ صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک حال معلوم ہوا کہ باب مسجد پر آذان ہوتی تھی۔اس کے بعد کا حال ہنوز پردۂ خفا میں ہے۔ممکن ہے کہ جہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ایک اذان کے اضافہ سے تغیر ہوا۔وہاں یہ تغیر بھی کچھ بعید نہیں کہ جو اذان عہد سابق میں باب مسجد پر ہوتی تھی۔وہ اب قریب منبر ہو۔کیا اسی ممکن اور بعید نہیں سے اجماع قطعی ثابت ہوتا ہے؟

بستم: پھر اس کی شہادت میں عبارت مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی،عمدۃ الرعایہ سے لکھ "ثم نقل الاذان الذی کان علی عهد النبی ﷺ و ابی بکر وعمر صلى من خلافة عثمان بين يديه ص ۳۶ پر لکھا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نبی ﷺ



وعہد صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خارج مسجد،دروازے پر ہوتی تھی۔اور اعلام للغائبین کے لئے تھی۔لیکن عہد عثمانی میں وہ داخل مسجد ہوگئی۔الحمد للہ!کہ محمد رسول اللہ ﷺ وصدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت تو تسلیم فرمائی کہ یہ اذان مسجد سے باہر تھی۔اور اسی لئے مولوی صاحب لکھنوی نے اسی کو سنت کہا۔رہا یہ کہ زمانہ ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں داخل مسجد ہوگئی۔یہ عبارت مولوی صاحب لکھنوی کے کس حرف کا مطلب ہے؟ثم نقل کی ضمیر کس طرف ہے؟ عمدۃ الرعایہ اور اسکی اصل مدخل امام ابن الحاج کی پوری عبارت ملاحظہ فرما کر ارشاد ہو۔کیا ایسے تخیل کی بنا جس کا مبنیٰ مولوی صاحب لکھنوی کی عبارت تک نہ سمجھنا ہو،سنت محمد ﷺ وصدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مان کر رد کر دینا صحیح ہو سکتا ہے؟ بینوا وتو جروا۔یہ تو وثوق ہے کہ حضرات ایک سائل طلب حق کا سوال رد نہ فرمائیں گے مگر.........اگر ارشاد جواب میں تاخیر ہو،تو رفع انتظار کے لئے اتنا تحریر فرما دینا کہ اتنے دنوں کے بعد جواب عطا ہوگا،کرم سازی سے بعید نہیں۔کل تصانیف گرامی کا شوق ہے۔اگر بہ قیمت ملتی ہوں،قیمت سے اطلاع بخشی جائے۔دو جلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے۔ایک صاحب سے انکی تعریف کی،وہ لے گئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۸رشوال المکرم روز جاں افروز دو شنبہ ۱۳۳۲ء

(اجلی انوار الرضا ۱۷ تا ۲۲ مطبوعہ بریلی)